

جمہوریت و اسلام کا بیان

ارشادِ امیرِ مسلمین

الی

مصلح الدین والدین

اس سال میں قوم پرست لیڈروں اور وطن پرست علماء کے مذہبی اور سیاسی غلطیوں پر محض خیر خواہی سے تنبیہ کی گئی ہے کیونکہ ہم ناقابل رد وائل کی بنا پر یقین رکھتے ہیں کہ آج کل قوم پرست لیڈر اور وطن پرست علماء جس راہ پر مسلمانوں کو لیجا رہے ہیں ایسا ہے کہ ہمیں ایمان کا محفوظ بنانا ناممکن ہو رہی دنیا کے لحاظ سے بھی خطرناک ہے لہذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان مضامین کو انصاف سے پڑھیں اور سمجھیں کہ وہ کس راہ پر جا رہے ہیں

صداقت پریس میرٹھ سید معصوم علی بنواری پرنٹر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہم اس وقت مسٹر محمد علی کے اس مضمون پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں جسکو انھوں نے اپنا اخبار ہمدرد ۳۰ مارچ میں بعنوان ”شہریت اسلام میں اصلاح“ شائع کرایا ہے، اس مضمون میں اصلاً ان کا روئے سخن اسمبلی کی رکنیت کی طرف ہے۔ لیکن ضمناً اس میں دو سرے مضامین کو بھی لہا لیا گیا ہے، اور چونکہ وہ مضمون من اولہ الی آخرہ مسلمانوں کیلئے دینی و دنیوی حیثیت سے نہایت خطرناک ہے۔ اس لئے ہم کو اس پر تبصرہ کی ضرورت ہوئی۔ جو مضامین اس میں مذکور ہیں ان میں سب سے پہلا مسئلہ جمہوریت و ملکیت کا ہے جسکو مسٹر مصوف نے اصل سیاست قرار دیا ہے۔ اس بحث میں منے ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے۔ جو اگر خدا کو منظور ہو کسی وقت شائع کیا جاوے گا۔ اس لئے اس جگہ اسی قدر مضمون سے تعرض کرتے ہیں جس قدر کہ اس سے مسٹر مصوف نے تعرض کیا ہے چنانچہ اس کے متعلق مسٹر مصوف نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ اسلام نے بادشاہت کو ایک مذموم ادارہ قرار دیا ہے۔ اور اسکو ہرگز مستحسن نہیں قرار دیا آہ مگر جو لوگ شہریت اسلامیہ سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ مسٹر مصوف کا یہ بیان خدا و رسول پر ایک کھلا بہتان ہے۔ چنانچہ مسٹر مصوف تو آکسفورڈ کے سندیا ہیں۔ وہ جو کچھ اسلام کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ وہ محض اردو دان یا انگریزی دان کے سبب کہہ سکتے ہیں خود جمعیتہ العلماء جسکے ارکان مدتوں مدارس عربیہ میں تعلیم پا چکی ہیں۔ اور جو کہ اپنی قیمتی سے نیچریوں اور ملحدوں کے ہاتوں شدہ ہو چکی ہیں۔ اس بحث میں اسے بھی ایسے منہ کی کھائی ہے۔ کہ پھر اس کا نام تک نہیں لیا۔ چنانچہ اسکی زبان الجمعیت نے تمام ہندوستان کے اہل علم کو اس طرف توجہ دلائی۔ کہ وہ اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اور بہتر مضمون کے لئے پچاس روپیہ کا انعام بھی مقرر کیا۔ تاکہ لوگ پچاس روپیہ کے

لالچ میں جمہوریت کی تائید میں اپنی پوری کوشش صرف کر دیں۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا
 بلکہ اُس کے علمی خزانہ میں جس قدر جمہوریت کی تائید میں ذخیرہ موجود تھا۔ جمہوریت
 پسندوں کی اعانت کے لئے وہ بھی خرچ کر ڈالا۔ لیکن جب وہ ان تمام تدابیر میں ناکام
 رہی تو اس نے یہ اعلان بھی کیا۔ کہ اب تک جو تحریریں موصول ہوئیں۔ وہ زیادہ تر ملکیت
 ہی کی حمایت میں ہیں۔ اور اس طرح اپنے ہم مشرکوں کو ترغیب دلائی۔ کہ وہ ملکیت کے
 خلاف مضمون لکھ کر کثرت پیدا کریں۔ تاکہ ہملو اکثریت کے یورپین قانون کی بنا پر
 جمہوریت کو ترجیح دینے کا موقع ملے۔ اور اسکے لئے میعاد میں بھی اضافہ کر دیا۔ مگر نتیجہ
 کچھ بھی نہ نکلا۔ اور ناچار اُسے اس بحث کو چھوڑنا پڑا اور اپنی حق پوشی کا پورا ثبوت دیا
 پھر ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے مسٹر موصوف کے پاس وہ کونسا ایسا ذخیرہ ہے جس سے وہ
 اس جھوٹ کو سچ کر سکیں۔ وہ جو کچھ اس سے پیشتر لکھ چکے ہیں۔ چونکہ وہ ہمارے سامنے نہیں
 اس لئے اسکے متعلق تو ہم اس وقت لکھ نہیں سکتے۔ ہاں جو اشارات انھوں نے اس مضمون
 میں کئے ہیں۔ ان کے متعلق ہم کو ضرور کچھ کہنا ہے۔ چنانچہ مسٹر موصوف لکھتے ہیں۔ بنی اسرائیل
 نے اپنے بنی شمول سے ایک بادشاہ کی بعثت کو طلب کیا تھا۔ اسکے انجام کا ذکر قرآن کریم سے
 بھی نیز بائبل کے عہد عتیق کے اسفار سے لیکر کیا جاویگا آہ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب وہ
 اپنے اس وعدہ کو پورا کر نیگے۔ اس وقت ہم بھی اس پر کافی تنقید کر سکتے ہیں۔ لیکن اجمالاً اس وقت
 بھی اسکے متعلق عرض کئے دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آپ کو بائبل کے عہد عتیق کی
 اوراق گروانی کی ضرورت نہیں۔ خود قرآن میں اس کا نتیجہ موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
 کہ خدا نے اور اسکے بنی نے بنی اسرائیل کی اس درخواست کو جمہوریت کی حمایت میں
 رد نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ایک معقول درخواست سمجھ کر قبول کیا۔ اور طاوت کو ان کا بادشاہ
 مقرر کر دیا۔ اس پر بنی اسرائیل نے چیخ پکار کی اور کہا۔ کہ اسے ہم پر بادشاہت کا کوئی
 استحقاق نہیں۔ کیونکہ وہ کچھ مالدار نہیں بلکہ ہم میں سے کسی کو بادشاہ بنانا چاہئے کیونکہ ہم
 اس سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ تو ان کی چیخ پکار پر کوئی توجہ نہیں لی گئی۔ اور
 خلاف قانون جمہوریت ان کو طاوت کی بادشاہت کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا گیا اور

اور اس کے چند وجوہ بیان کئے گئے۔ اول یہ کہ اس کو تہ اس لئے ترجیح ہے کہ خدا نے دوست
 تمہارے ترجیح دی ہے۔ دوم یہ کہ بادشاہت کی لیاقت کا بھی مالدار ہی نہیں بلکہ حیوانی
 اور دماغی اور علمی فوقیت ہے۔ اور یہ باتیں اس میں ہیں اور تم میں نہیں۔ سوم یہ کہ حکومت
 تمہاری نہیں۔ کہ جس کو تم چاہو دوست دو بلکہ حکومت خدا کی ہے۔ وہ جسے چاہے ہے
 تمہیں اس میں حجت کا کوئی حق نہیں۔ چہاں یہ کہ خدا بہت بڑا دانا ہے۔ اور تم جاہل
 ہو اس لئے وہ جانتا ہے۔ کہ کون اس کا اہل ہے۔ اور کون نہیں۔ ان وجوہ سے تمہیں
 مزا حمت کا کوئی حق نہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو قرآن میں صراحتہ مذکور ہیں۔ اور یہ ایسی
 باتیں ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ خدا کا قانون ملکیت ہی ہے۔ نہ کہ جمہوریت یا جمہوریت
 کا حامی ہے وہ خدا کو جھٹلاتا ہے۔ پس اگر مسٹر موصوف کا واقعی قرآن پر ایمان ہے۔ تو اس کا
 فرض ہے۔ کہ وہ قانون ملکیت کو خدا کا قانون تسلیم کریں۔ اور اگر وہ اسپر ایمان نہیں رکھتے تو اس کو
 چاہئے کہ وہ صاف اعلان کر دیں اور مسلمانوں کو دھوکا نہ دیں۔ اس کے بعد مسٹر موصوف
 لکھتے ہیں۔ کہ بادشاہت میں ہی شہودیت مضمر ہے جس کا تجربہ بنی اسرائیل کے جدا مجد
 حضرت ابراہیم کو بابل اور آشور کی سلطنت میں ہوا تھا۔ لیکن یہ مسٹر موصوف کی تفسیر
 نا فہمی یا ابلہ فہمی ہے کہ وہ صہولی بحث کو چھوڑ کر شخصی بحث پر اتر آئے۔ یہ کس نے دعویٰ کیا ہے
 کہ ہر بادشاہ فرشتہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی تردید میں فردا اور فرعون جیسے افراد کو پیش کیا جائے
 سو اگر تم ان شخصیتوں پر نظر کر لے ہو۔ تو اس کے مقابلہ میں داؤد علی و اودیت اور سلیمان کی
 سلیمانیت اور موسیٰ کی موسیت اور طالوت کی طالوتیت اور محمد رسول اللہ کی محمدیت
 اور عمر بن عبد العزیز کی عمریت بر کیوں نظر نہیں کی جاتی۔ آخر یہ حضرات بادشاہ تھے۔ یا کسی
 جمہوریت کے صدر۔ پس یہ نہایت بے درنی کی بات ہے۔ کہ ان فرشتوں کو نظر انداز کر کے
 لوگوں کے دھوکا دینے کے لئے فردا و فرعون کا نام لیا جاوے۔ اچھا اگر بنی اسرائیل کے مقابلہ
 میں امریکا اور ترکی اور جرمنی اور کانگریس وغیرہ کی جمہوریتوں کی فردیتوں کو پیش کر کے جمہوریت
 کا مطلق ثابت کرنا چاہیں۔ تو یہ کہ آپ ہمارے اس طرز استدلال کو پسند فرمائیں گے حالانکہ
 ملکیت کے سلسلہ میں جس طرح ایک طرف فردا و فرعون جیسے ہستیاں ہیں اسی طرح دوسری

طرف فرشتہ خصلت انبیاء و غیر انبیاء بھی ہیں اور جمہوریت کے سلسلہ میں سوائے فرعونیت
 اور خودیت اور ابلتیت کے اور کچھ بھی نہیں جبکہ نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو پھر ہمارے
 مقابلہ میں فرعون اور فرود کا نام کیوں لیا جاتا ہے۔ رہا امام حسین اور یزید کا معاملہ سوا اس کا
 ذکر بھی اس جگہ نہ امر و دھوکا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق بھی اصول ملکیت و جمہوریت سے
 نہیں بلکہ امام حسین اور یزید۔ یا عبداللہ بن زیاد کی شخصیتوں سے ہے نیز اگر اس کے
 مقابلہ میں ہم یہ کہیں کہ آپ لوگ خلفاء کی حکومتوں کو خلافت واقع طور پر جمہوریت کہتے ہیں
 لیکن اگر ہم جمہوریت کی مذمت میں حضرت عمر کی شہادت اور حضرت عثمان کے عہد کی
 بغاوت اور اسکے نتیجہ میں اسی شہادت اور حضرت علی کے زمانہ کی جنگ جمل و جنگ صفین
 و جنگ خراج اور آخر کار حضرت علی کی شہادت کو پیش کریں۔ تو کیا آپ جمہوریت کی برائی
 کو تسلیم کر لیں گے۔ ایسا تو نہیں۔ تو پھر امام حسین اور یزید کے واقعہ سے ملکیت کی حق
 مذمت کیجاتی ہے۔ کیا یہ صریح دھوکا نہیں۔ احوال مستطوف کا یہ خدا پر صریح بہتان ہے
 اور وہ اس باب میں بالکل انہی ارکان اسمبلی کی طرح قابل الزام ہیں۔ جو شہریت
 میں اصلاح کرتے ہیں۔ بلکہ نظر غائر سے دیکھا جاوے۔ تو مستطوف ان ارکان سے
 زیادہ قابل الزام ہیں۔ کیونکہ ارکان اسمبلی خدا کے قانون کو چھوڑ کر اپنا قانون نافذ
 کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہی خدا کا قانون ہے
 بلکہ خلافت مستطوف کے کہ وہ قانون خداوندی کو بدلتے بھی ہیں اور اس پر یہ دعویٰ
 کرتے ہیں کہ یہ ہی خدا کا قانون ہے۔ کیوں مگر اگر تمہارے اندر ایمان و انصاف
 کا کوئی ذرہ ہے تو تم ہمیں بتلاؤ کہ اگر ہندوستان میں جمہوریت قائم ہو جاوے
 اور ملکواس کا صدر بنادیا جاوے۔ تو کیا تمہاری وہ صدارت بہت بڑی۔ یا یزید کی ملکیت
 اگر آپ ہسٹ و ہری سے کام نہ لیں گے تو آپ ضرور یہ ہی کہیں گے کہ میری صدارت
 یزید کی ملکیت ہزار درجہ بہتر ہے۔ کیونکہ اول تو ملکیت میں قانون الہی کی تغیر نہیں۔ اور
 صدارت میں اسکی تغیر ہے۔ دوسرے اگر یزید کی ملکیت پر کوئی الزام عائد کیا جاسکتا ہے
 اگرچہ یہ بھی غیر ثابت ہے۔ کیونکہ اسکا ذمہ دار اہل تحقیق کے نزدیک عبید بن زیاد

نہ کہ یزید۔) تو صرف یہ کہ وہ جرم قتل مؤمن عدا کا مرتکب ہے۔ نہ کہ افتراء علی اللہ اور تغییر سیرت
 کا۔ اور آپ یقیناً ان جرائم کے مرتکب ہیں پس ایسی حالت میں آپ کی جمہوریت یزیدی کی
 ملکیت سے ہزار گونہ بدتر ہوگی۔ پھر آپ کس منہ سے یزیدی کی ملکیت کو برا کہہ کر اپنی جمہوریت
 کو اچھا کہتے ہیں۔ کیا یہ صریح ہٹ دھرمی نہیں ہے۔ پھر مسٹر موصوف نے دسی ریاستوں
 کی اصلاح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جب تک میں بادشاہت کی صوبی بحث ختم
 نہ کر دوں۔ اور لوگوں کو یہ یقین نہ دلا دوں کہ میں بادشاہ پسند نہیں ہوں۔ (گو خدا اور
 بادشاہ پسند ہوں) بلکہ جمہوریت پسند ہوں۔ (جو کہ یورپ کو پسند ہے) اس وقت تک
 میں اس مسئلہ پر قلم نہیں اٹھانا چاہتا کیونکہ میں مصلح ہوں۔ اور مصلح کا پہلا فرض ہے۔ کہ وہ
 اپنی ساکھ لوگوں میں قائم کر دے آہ اسکے جواب میں ہم صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتے
 ہیں۔ کہ آپ ضرور مصلح ہیں۔ لیکن اسی قسم کے جس قسم کے آپ کے روحانی پیشوا منافقین
 تھے جن کا دعویٰ تھا۔ انما نحن مصلحون۔ جسکے جواب میں کہا گیا تھا۔ الا انہم ہم
 المفسدون ولكن لا يشعرون۔ اسکے بعد مسٹر موصوف نے مدرسہ دیوبند پر چوٹ ماری
 اور لکھا ہے۔ کہ اب مضمون نگاری اور فیلٹ بازی سے بڑھ کر ہاتھ پائی تک ہی نوٹ
 نہیں پہنچی ہے۔ بلکہ قتل تک کی واردات ہو چکی ہے۔ اور ایک ایسے مذہبی درس گاہ میں
 جہاں اسکی تعلیم دی جاتی ہو۔ من قتل نفسا بغير نفس او فساد فی الارض فکاغا
 قتل الناس جميعا۔ وہاں وہ کچھ ہو رہا ہے۔ جو نہ کافروں کے پاٹ شالوں میں ہوتا ہے
 نہ نیچریوں کے کالجوں میں آہ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہاں بھی مسٹر موصوف نے انصاف
 کا خون کیا ہے۔ اور بتلا دیا ہے۔ کہ اُن کی رواداری اور وسعت خیالی جو کچھ ہے۔ وہ
 ہندوؤں کے لئے ہے۔ اور مسلمانوں کا اسمیں کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں
 کہ ایسے واقعات سے نہ کوئی زمانہ مستثنیٰ ہے۔ نہ کوئی جگہ۔ اور نہ کوئی فرقہ۔ اور نہ کوئی
 قوم۔ خود ترکی پارلیمنٹ میں جو حریت نیچریت میں مسٹر محمد علی اور ان کے جامعہ ملیہ سے
 سو قدم آگے ہیں۔ طنز بازی ہوئی اور ترکی جمہوریت نے ہزاروں بیگناہ علماء کا خون کیا
 اور اپنی جمہوریت کے لئے اب تک وہ خون ناحق کرتی رہتی ہے۔ اور خود مسجد فتح پوری

جلسہ میں فساد ہوتے ہوتے رہ گیا، اگر پولیس کا انتظام نہ ہوتا۔ تو نہ معاملہ ایسے ایسے
 کتنے قتل ہو جاتے۔ علی ہذا ہر تالوں کے فسادات اور لیڈروں کی ان میں شرکت بھی مخفی نہیں
 پھر جب مہذب اور مصلح لوگوں کی یہ حالت ہے۔ تو اگر مدرسہ دیوبند میں اس قسم کا ایک حادثہ
 ہو گیا۔ تو مدرسہ پر کیوں الزام عائد کیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جب تک اہتمام کا
 استبداد اپنی قوت پر باقی رہا۔ کیا اس وقت تک کوئی ایسا حادثہ وقوع میں آیا۔ ہرگز نہیں
 بلکہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جبکہ یورپین مزاج حریت پسندوں نے اہتمام کی قوت کو کمزور بلکہ
 قریب قریب معدوم کر دیا۔ پس اسکا الزام مدرسہ کو کیوں دیا جاوے۔ بلکہ اس حریت کو دینا چاہئے
 جو اسکا بنتی ہے۔ اسکے بعد مضمون صوف لکھتے ہیں کہ دیوبند کی اصلاح سے بھی میں غافل نہیں ہو سکتا
 آھ مگر ہم کہتے ہیں کہ دیوبند زیادہ خود آپ قابل اصلاح ہیں۔ پہلے آپ اپنی اصلاح کیجئے پھر مدرسہ
 کی طرف رخ کیجئے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ جو شخص بہ نسبت مولانا محمد علی کے اپنے گونڈ
 محمد علی کہلانا پسند کرتا ہو۔ جو شخص پیشانی پر قشقہ لگا کر حسرت موہانی کے ٹوکے پر نہایت جرأت
 کے ساتھ یہ شعر پڑھتا ہو۔ میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہوا ان نے تو قشقہ کہنی چاہا۔
 دیرین ٹھیکر کا ترک اسلام کیا۔ جسکا ایک قصیدہ خواں اسکی تعریف میں یہ شعر لکھتا ہو۔
 ہندو سے کچھ غرض ہے نہ مسلم سے ان کو کام ان کی نظر میں ایک ہیں دو تو خدا اور ام
 جو مٹر گاندھی کی نسبت دعویٰ کرتا ہو۔ کہ اگر محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو گاندھی جی
 وہ مدرسہ دیوبند کی اصلاح کا دعویٰ کرے۔ اس سے زیادہ مسلمانوں کی بد قسمتی کیا ہوگی کہ انکو
 ایسے مصلح نصیب ہوے۔ ہاں مٹر آپ ضرور دیوبند کی اصلاح کریں۔ مگر اپنے ہادی برحق مٹر
 گاندھی کو بھی ساتھ لے لیں۔ تاکہ جو کچھ آپ کی اصلاح میں رہے۔ اس کو وہ پورا کر دیں۔
 اسکے بعد مضمون صوف جامعہ ملیہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ میں جامعہ کی خصوصیتوں
 کو ظاہر کر چکا ہوں۔ لیکن اسکی خصوصیات اور اسکے خادموں کے ایشار کا ظاہر کرنا اس سے
 کم ضروری نہیں آھ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ اس میں بھی مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں
 کیونکہ جس جامعہ کی اہمیت آپ مسلمانوں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ علی گڑھ کالج کی سی ہی
 زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ علی گڑھ کالج نے دین کو ضرر پہنچایا۔ مگر اس سے دنیوی فائدہ

بھی پہنچا۔ اور جامعہ ملیہ نہ دنیا کا فائدہ پہنچانے والا ہے اور دین کا بلکہ وہ دنیا کے لحاظ سے
 سے ہی مضر ہے اور دین کے لحاظ سے بھی بلکہ دین کا ضرر پہنچانے میں کلج سے زیادہ سے
 پس جہاں اسلام اور مسلمانوں پر آپ کے اور احسانات ہیں۔ وہیں آپ کا یہی ایک احسان ہے
 کہ آپ ایک ایسے ناکارہ بلکہ خطرناک درس گاہ کے حامی۔ اور مدرسہ دیوبند کے دشمن ہیں۔
 اسکے بعد ہمارے مسٹر اسمبلی کی طرف نظر التفات فرماتے ہیں۔ جو کہ ان کے اس مضمون کا
 اصلی موضوع ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اسکے رکنیت پر ہمارے لیڈر اس قدر مرعوب ہیں کہ انتخاب
 کے وقت ہزاروں بلکہ بعض تو لاکھوں ارادیتے ہیں۔ اور ہزاروں کی خوشامد کرتے پھرتے
 ہیں۔ ہزاروں جھوٹ بولتے ہیں۔ ہزار بار غیبتیں کرتے ہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں کو ایک
 دوسرے سے گلی کوچوں۔ اور میلوں ٹھیلوں میں لڑواتے رہتے ہیں اھ۔ لیکن ہم مسٹر صوف
 سے پوچھتے ہیں کہ۔ کیوں جناب کیا یہ مدرسہ دیوبند کے طالب علم یا مدرس یا مہتمم یا اہل شور
 ہوسکتے ہیں۔ یا آپ کے بھائی بند۔ جاہ پسند۔ خادم قوم۔ احرار۔ لیڈر۔ وغیرہ۔ نیز حکومت لایا جاو
 کہ کیا آپ کی جمہوریت کے انتخاب میں یہ باتیں نہ ہونگی۔ پھر آپ جمہوریت کی قصیدہ خوانی کیوں
 کرتے ہیں۔ اور ایسے فساد کی جر کو خدا کا قانون کیوں بتاتے ہیں۔ پھر ہمارے مسٹر جمعیتہ العلما
 اور ان کے ہم مشرب یا سی علما پر آوازہ کستے ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز نہیں جس میں وہ ہاتھ ڈال
 دے نہ ہوں۔ خواہ اس میں ہاتھ ڈالنے کی ان میں اہلیت ہو۔ یا نہ ہو۔ اھ لیکن ہم مسٹر صوف
 سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ان علما کو آپ ہی لوگوں نے نہیں لگاڑا۔ ضرور لگاڑا۔ پھر آپ کیوں
 روتے ہیں۔ مسٹر اصل بات یہ ہے۔ کہ آپ نے علما کو اپنے ساتھ شریک کرنے کے لئے اس لئے
 حجروں سے نکالا تھا۔ کہ عوام پر آپ کا اثر نہ پڑتا تھا۔ اب جب آپ اپنے عوام کو اپنے اثر میں لے لیا
 تو اب آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ علما رکن ہوتے ہیں جو ہمارے ساتھ لیڈری میں شریک
 ہوں بلکہ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ ہمارے اشاروں پر چلنے والے ہوں۔ اور اصلی لیڈر
 ہم ہوں اور ہر علما کی خودداری ان کو اسکی اجازت نہیں دیتی کہ وہ آپ کی ہر جمالت اور
 بے دینی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اس پر آپ کو غصہ آتا ہے۔ اور آپ علما پر آوازہ کستے
 ہیں۔ ان سرورایہ تو بتلاؤ کہ علما کو تو یہ حق نہیں ہے۔ کہ وہ آپ کی سیاسیات میں دخل

دیں۔ لیکن آپ کو یہ حق ہے کہ آپ علماء کے منصب کو غصب کر لیں۔ اور صرف آکسفورڈ
 میں تعلیم پا کر مولانا بن جائیں اور مذہبی فتوے صادر فرمائیں۔ بندہ خدا آدمی کو کچھ تو شرم حاصل ہے
 پھر مسلم لیڈروں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے مسٹر موصوف رقمطراز ہیں۔ ان جو شیخ مسلم
 لیڈروں کی توہر گز کمی نہیں ہے۔ جو اسکے مدعی ہیں کہ وہ ہی ملت اسلامیہ کے بہترین رہنما صحیح
 نامہ سے اور سب سے زیادہ مخلص قائد اور زبردست بطل حریت ہیں۔ اور جو علماء پر ریاء کاری سے
 لیا ریاء کاری تک کا الزام لگانے سے نہیں جھکتے۔ آہ لیکن ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ ذرا مسٹر موصوف
 اپنی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کہیں آپ بھی تو انہی لیڈروں میں سے نہیں۔ ہمارے خیال
 میں۔ تو آپ ان سے بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے اسی مضمون میں نہ سیاسی علماء کو چھوڑا
 اور نہ مذہبی علماء کو۔ بلکہ دونوں پر ہاتھ صاف کیا۔ پھر جبکہ آپ خود ان سے بڑھ کر مجرم ہیں۔
 تو یہ کون سے انصاف کی بات ہے۔ کہ آپ ان لیڈروں پر آوازے کیسے کیا آپ کا انصاف
 صرف ہندوؤں کیلئے مخصوص ہے۔ اور مسلمان اس سے بالکل محروم ہیں۔ اسکے بعد صحیفہ نگاروں
 پر نظر عنایت فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ رہے صحیفہ نگار حضرات وہ تو ہر فن مولا ہیں۔
 مذہب سے ان کو بد طوے جا مل ہے۔ اور سیاست کے وہ ماہر ہیں۔ آہ لیکن ہم کہتے ہیں
 کہ کیا آپ ان ہی صحیفہ نگاروں میں نہیں۔ ضرور ہیں۔ تو پھر آپ ان کو الزام کیوں دیتے
 ہیں اچھی مسٹر صاحب یہ بد عنوانیاں اسی تعلیم و حریت کے نتائج ہیں۔ جبکہ آپ حامی ہیں
 اب آپ ہی انصاف سے کہہ دیجئے۔ کہ وہ تعلیم و حریت جسکے ایسے برے نتائج ہوں۔ کیسی ہے
 اسکے بعد مسٹر موصوف کہتے ہیں۔ میں نے قتل مرتد کے مسئلہ پر علماء سے کسی قدر اختلاف کیا اور
 اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ اسلام نے قتل مفسد کی اجازت دی ہے۔ صرف مرتد کے قتل کو نہ قرآن
 کریم نے روارکھا ہے۔ نہ حدیث شریف نے۔ تو مجھ ایاز ملت اسلامیہ پر محمود غزنوی کو مستحق
 حملے ہو گئے۔ اور مجھے تفریح میں غرق سمجھا گیا۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ کو تاریخ یاد نہیں رہی۔
 محمود غزنوی کے حملے ہندوؤں پر ہوئے تھے۔ نہ کہ ایاز پر۔ پھر آپ کا اپنے کو ایاز ملت اسلامیہ
 کہنا صحیح نہیں۔ ایاز غلام اور فرماں بردار تھا۔ اور آپ سرکش اور مخرب ملت اسلامیہ ہیں
 پھر کہو بتایا جاوے۔ کہ کیا آپ علماء میں سے ہیں۔ جبکہ نہیں۔ تو آپ کو علماء کے ساتھ اختلاف

کا کیا حق تھا۔ کیا یہ آپ کی مذہب میں بیجا مداخلت نہیں۔ اور یہ الکاوہ سی جرم نہیں جو
 آپ بحقیقہ نگاروں وغیرہ پر عائد کرتے ہیں۔ پھر یہ آپ کو آکسفورڈ کے کون سے پروفیسر نے
 بتلایا ہے۔ کہ قرآن وحدیث نے قتل مرتد کا حکم ہرگز نہیں دیا۔ بلکہ قتل مفسد کا وہاں ہے۔ کیا
 آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ جہن مرتدین کو حضرت علیؑ نے آگ میں جلایا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن
 عباسؓ نے اعتراض کیا تھا کہ حضرت علیؑ نے یہ سزا غلط دی ہے میں ہوتا۔ تو ان کو قتل کرتا کیونکہ
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں بدل دینہ فاقضیٰ۔ ان مرتدین نے
 کو نہ مافسدا کیا تھا۔ کو کسی مسلمانوں پر فوج کشی کی تھی۔ نیز یہ بھی بتایا جاوے کہ حدیث میں
 بدل دینہ ہے۔ یا من افسدا۔ پھر آپ نے خدا و رسول پر کسے افترا کیا۔ نیز کیا قرآن میں
 یہ حکم ہے۔ کہ مرتد کو قتل نہ کرو۔ بلکہ مفسد کو قتل کرو۔ اگر ہے تو کہا بتلایا جاوے اور اگر نہیں ہے
 تو کیا یہ قرآن پر افترا نہیں علیؑ بنا کیا کسی حدیث میں یہ حکم ہے۔ کہ مرتد کو قتل نہ کرو۔ بلکہ مفسد
 کو قتل کرو۔ مسلمانوں میں ان لوگوں کے سمجھنے کی ہیں جنہوں نے دینی علوم کی خدمت میں اپنی عمر
 گزار دی ہیں۔ اور آپ جیسے مولاناؤں میں بے غلط کہا۔ بلکہ بچہ توں کے سمجھنے کی نہیں۔ اور نہ
 ان مرتدوں کے سمجھنے کی ہیں جنہوں نے آپ کو یہ سبق پڑھایا ہے۔ اے اے مفسد و صوف و مفسد از
 ہیں۔ سیاست میں اس جنبی حکومت کی غلامی کے خلاف بیزاری کا اظہار کر کے اسے الگ
 انحصار ثابت کر دیں۔ اور اسکی ضرورت بتا دیں۔ کہ یہود کو اس غنیم کے خلاف جہاد کے وقت
 اپنا حلیہ نہ بھی بنا سکو تو اس وقت اپنا سارا زور ان کی مخالفت پر صرف نہ کر دو۔ اگر اس
 بڑے غنیم سے غارت ملتے پڑیں وہ دشمنی کا ثبوت دیتے رہیں گے۔ تو ان سے بھی نسبت ایسے
 تو مجھے ہندو کا غلام کہا جا رہا ہے اور مسلمانوں کا دشمن بتلایا جاتا ہے آٹھ۔ لیکن ہم کہتے ہیں
 کہ مسلمان بگڑنے کی کوئی بات نہیں۔ آپ کو جن نے ہندوؤں کا غلام اور مسلمانوں کا دشمن کہا
 کچھ یہاں نہیں کیا۔ کیا آپ نے ہندوؤں کی خوشامدیں کشتے نہیں لگائے۔ کیا آپ نے ہندوؤں
 کی خوشامدیں اپنے کو مولانا کی نسبت ہندوت لکھانے کو ترجیح نہیں دی۔ کیا آپ نے علیؑ کے خلاف
 میر کا شعر پڑھ کر ترک اسلام نہیں کیا۔ کیا آپ کے حواج کی شہادت کی بنا پر آپ کی طرف سے خدا ورام
 دونوں ایک نہیں۔ کیا آپ نے ہندوؤں کی پاس خاطر کیلئے وہ ناگفتہ بہ کلمات نہیں کہے جن کا

تذکرہ حسن نظامی نے اپنے ابیات مضمون میں لکھا تھا۔ پھر کیا آپ ہندوؤں کی موافقت میں
 اسلامی مفاد کو نظر انداز نہیں کرتے۔ جبکہ یہ واقعات ہیں۔ تو پھر اگر کسی سے آپ کو ہندوؤں
 کا غلام اور مسلمانوں کا دشمن کہ دیا۔ تو کیا بیجا کیا۔ رہا آپ کا یہ بیان کہ اگر اس بڑے غنیمت
 نجات ملنے پر بھی ہندو دھرمی کا ثبوت دینگے۔ تو ان سے نسبت لیں گے۔ سو یہ بی ایک تہمت
 نامحرمی یا متعالفہ دہی ہے۔ یہ دنیا کا آپ کا یہ جملہ چند دعوؤں پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ ہم ہندوؤں کے
 ساتھ ہو کر انگریزوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ دوم یہ کہ انگریز بڑے غنیمت ہیں۔ اور ہندو بڑے
 مہوم یہ کہ ہندو اس وقت دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ چہارم یہ کہ ہم سولاج حال ہونے کے
 بعد ہندوؤں کی دھرمی کی صورت میں ان سے نسبت لیں گے۔ سو آپ کے دعویٰ اول کے متعلق
 ہمارا آپ سے یہ سوال ہے۔ کہ آپ کو یہ کیوں نہ ثابت ہوا کہ تا حصول سولاج ہندو برابر آپ کے
 ساتھ رہیں گے؟ کیا یہ احتمال نہیں۔ کہ جس طرح ہندوؤں نے نان کو اپریشین کے زمانہ میں
 مسلمانوں کو انگریزوں سے ٹکرا دیا تھا۔ اور ان کو لڑا کر خود ان کے مقابل ہو گئے تھے۔ یونہی آپ
 بھی وہ ایسا ہی کریں گے۔ اگر یہ احتمال ہے۔ اور صرف احتمال ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ تو پھر
 آپ کا یہ دعویٰ کیوں نہ صحیح ہے۔ رہا آپ کا دوسرا دعویٰ سو وہ اس لئے صحیح نہیں۔ کہ ہندوؤں
 اور انگریزوں کا برتاؤ اسکی تکذیب کرتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی دلی خواہش ہے کہ مسلمان
 ہندوستان سے نکل جائیں۔ اور وہ اس مضمون کو اپنی تقریروں اور تحریروں میں بیان کرتے۔
 دہلی ظاہر کر چکے ہیں۔ اور دن رات اسکی فکریں لگے رہنے ہیں۔ برخلاف انگریزوں کے۔ کہ
 انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ بلکہ وہ ہمارے ہجرت کے زمانہ میں ہی اسکے برخلاف تھے۔
 پھر انگریزوں نے باوجود اس استیلا کے جو انکو نہ صرف ہندوستان۔ بلکہ دنیا میں ایک
 حاصل رہا ہے۔ صراحتہ کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جس سے مذہب میں صریح مداخلت نہ
 برخلاف ہندوؤں کے کہ وہ اس غلامی کی حالت میں بھی شعائر اسلامی کے مقابلہ میں
 قوت سے کام لیتے ہیں۔ اور مساجد کی توہین۔ قرآن کی تحقیر اذان اور نماز کو روکنے قرآنی
 بند کر کے بیگناہ مسلمانوں کو قتل کرنے وغیرہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ ان اوقات
 کو دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریز بڑے غنیمت ہیں۔ اور ہندو

جھوٹے بجز پندت محمد علی کے۔ رہا آپ کا تیسرا دعویٰ سو وہ اس لئے غلط ہے۔ کہ ہندو
 اب تک ہمارے جائز حقوق دینے پر راضی نہیں۔ چنانچہ وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے۔
 کہ مسلمان اپنے مفاد کی حفاظت کیلئے اپنے نمائندے خود منتخب کریں۔ بلکہ وہ اس پر زور دیتے
 ہیں۔ کہ اس باب میں مسلمانوں کو آزادی نہ دیا دے۔ اور وہ ہندوؤں کے محتاج ہیں
 چنانچہ وہ خواہ مخواہ مخلوط انتخاب پر زور دیتے ہیں۔ پھر کیسے کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہندو اس وقت
 مسلمانوں کے ساتھ دوستی کر رہے ہیں۔ اس پر شاید مضمون صوفیہ کہیں کہ مخلوط انتخاب میں
 جس طرح ہندو مسلمان نمائندوں کے انتخاب میں حصہ لے رہے ہیں۔ یوں ہی وہ ہندو
 نمائندوں کے انتخاب میں مسلمانوں کو حصہ دے رہے بھی ہیں۔ پھر ان پر کیا الزام ہے۔ تو اس کا
 جواب یہ ہے۔ کہ ہندو آپ سے زیادہ سمجھ دار ہیں وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں
 اور تجربہ سے ان کو یہ بات بتلا دی ہے۔ کہ جب مخلوط انتخاب میں ایک ہندو اور ایک مسلمان کی
 مقابلہ ہوگا۔ تو ہندو کی کامیابی قریب قریب یقینی ہے۔ کیونکہ مسلمان کو ہندو رائی ملنا بہت
 دشوار ہے۔ اور ہندو کو مسلمان راؤں کا مل جانا بہت آسان ہے۔ میری رائے میں مخلوط
 انتخاب کا مسئلہ ان تمام مراعات کو ہیکار کر دیتا ہے جنکا ہندوؤں کی طرف سے دیا جانا
 کیا جاتا ہے۔ اور اس سے سیاسی میدان میں ہندوؤں کی سبقت اور مسلمان سیاست
 دانوں کی ناقابلیت اچھی طرح ظاہر ہے۔ اور جبکہ یہ ہندوؤں کی ایک زبردست چال ہے
 جس میں مسلمانوں کو کامل شکست دی گئی ہے تو ایسی حالت میں یہ دعویٰ اصرار غلط ہے
 کہ ہندو اس وقت مسلمانوں کے دوست ہیں۔ رہا مضمون صوفیہ کا چوتھا دعویٰ تو وہ بھی مضمون
 کی نا تجربہ کاری سیاست دانوں کی غلامی کا بین ثبوت ہے۔ کیونکہ خلافت اور نان کو پریش
 اور اتحاد ہندو مسلم کے زمانہ میں لالہ لاجپت رائے نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا تھا۔
 کہ ہکو ڈرایا جاتا ہے۔ کہ سو راج تمہارے لئے مضر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مسلمان ہندوؤں کی
 اپنے بھائی بھائیوں کو چڑھا لائیں گے۔ لیکن ہم اس سے نہیں ڈرتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ
 اگر مسلمان ایسے کارروائی کریں۔ تو ہم بطور خود یا گورنمنٹ کی امداد سے کیونکر اپنی آزادی کو
 قائم رکھ سکتے ہیں۔ یہ مضمون ہے اس تقریر کا۔ گو مجھے اس کے الفاظ محفوظ نہیں۔ اور اس وقت

اخبار کا حوالہ یاد ہے۔ جس میں یہ تقریر میں نے دیکھی تھی۔ اس سے مشرعو صوف کی اس رائے کی
 غلطی صدف ظاہر ہے۔ اور یہ بات صاف بتلائی ہے۔ کہ اگر سوراج کے بعد مشر محمد علی ہندوؤں
 کے منشا کے موافق نہ رہے۔ تو وہ بطور خود دیا انگریزوں کی مدد سے ان کو اچھی طرح سیدھا کر سکتے
 ہیں۔ الغرض مشرعو صوف کا یہ بیان بالکل ناقابل تسلیم ہے۔ اور وہ اس سے صرف سادہ لوح
 مسلمانوں کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد مشرعو صوف اسمبلی کی مذمت ان الفاظ میں
 کرتے ہیں۔ کیا آج میں مذہبی پیشواؤں ملی رہنماؤں۔ اور صحافتی مقتداؤں سے دریافت
 کر سکتا ہوں کہ کسی نے اس امر پر بھی غور کیا ہے۔ کہ وہ اسمبلی جسکی کنیت کے جواز کا علم کرنے
 ہی باب فتویٰ صادر کر دیا ہے۔ وہ اسمبلی آج شریعت اسلام میں نفوذ بالشرعین ذلت اصلاح
 کرنے کے لئے مستعد ہے۔ اہ لیکن میں مشرعو صوف سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا آپ نے
 اسمبلی کی یہ کارروائی مذہبی علماء کے گوشش گزار کر کے ان کو اس طرف توجہ دلائی ہرگز نہیں
 تو پھر آپ مذہبی علماء کو اس کا ملزم کیوں قرار دیتے ہیں۔ رہے سیاسی علماء جو آپ کی طرح
 وہ ہی سیاست کے بندے ہیں۔ ان کو مذہب سے سروکار ہی نہیں اس لئے۔ ان کی شکایت
 فضول ہے۔ پھر ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا آپ کا دامن شریعت کی اصلاح
 سے پاک ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ نے جو اصلاحات شریعت میں کی ہیں۔ وہ ان اصلاحات
 سے بہت بڑھ کر ہیں۔ جو ان کا اسمبلی نے کرنی چاہی ہیں۔ چنانچہ اسکی تین نظیریں تو آپ کی
 اسی تحریر میں موجود ہیں۔ ایک خدا کے قانون ملکیت پر قانون جمہوریت کو ترجیح دینا۔ اور دوسری
 قتل مرتد کی جگہ قتل مفسد بنانا۔ اور تیسری بذریعہ جبر تعلیم کے تعلیم قرآن کو جرم قرار دینا۔ پھر آپ کو
 ارکان اسمبلی کو الزام دینے کا کیا حق ہے۔ پھر آپ نے اس جگہ بھی اسی مہولی غلطی کا اعادہ
 کیا ہے جس کا ارتکاب آپ جمہوریت و ملکیت کے معاملہ میں کر چکے ہیں۔ کیونکہ آپ نے بعض
 ارکان کی ذاتی جرم سے شرکت اسمبلی کے جرم ہونے پر استدلال کیا ہے حالانکہ شرکت اسمبلی
 علیحدہ شے ہے۔ اور اسکے بعض ارکان کا فعل الگ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کیا آپ کی ترکی
 جمہوریت اس سے پیشتر خدا کے قانون ازدواج کو منسوخ کرے یہ زمین قانون ازدواج نافذ
 کر چکی ہے جس کی حربہ شری امیر افغانستان کے دربار سے بھی ہو چکی ہے۔ کیا یہ لوگ بھی

اسمبلی کے ممبر ہیں۔ اگر نہیں۔ تو آپ جس طرح اسمبلی کے بعض ارکان کی حماقت سے اسمبلی کی
 شرکت کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ترک کی جہورت کے اس ناجائز فعل سے خود جہورت
 کو جرم کیوں نہیں قرار دیتے۔ کیا آپ کے اس نامنصفانہ رویہ کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے۔
 کہ آپ کا دامن نفسانیت کے دہیہ سے پاک ہے۔ اور جو کچھ آپ کر رہے ہیں۔ نیکم ثابتی
 سے کر رہے ہیں۔ اسے مسٹر۔ آپ ذرا خود غرضی اور نفسانیت سے الگ ہو کر غور کریں۔ اور
 سمجھیں۔ کہ یہ شرکت اسمبلی کے نتائج نہیں۔ بلکہ اس بخدی تعلیم۔ روشن خیالی متحدہ قومیت
 بنانے۔ دنیا کو دین پر ترجیح دینے۔ اور حریت کے نتائج ہیں۔ جنکو آپ مسلمانوں میں جبریہ
 طور پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم صاف کہتے ہیں۔ کہ ہم ان مسلمان ارکان اسمبلی کو جنہوں نے
 ہندوؤں اور مسلمانوں کے آپس کے مناکحت کو سکونایا تا پیدا جائز قرار دیا۔ یا جو ان عورت
 اور بوڑھے مرد کی شادی کو جرم قرار دیا۔ مسلمانوں کے صحیح نمائندے نہیں مانتے ہیں۔ اور گورنمنٹ
 کو چاہئے۔ کہ وہ ایسے قانون کو نافذ کر کے مذہب میں مداخلت کا الزام اپنے سر نہ لے۔ اور
 مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اس معاملہ میں پوری جدوجہد کریں۔ کہ یہ قانون
 شریعت رائج نہ ہونے پائے۔ لیکن ہم اس کے ساتھ مسٹر محمد علی سے بھی دریافت کرتے ہیں
 کہ انھوں نے دہلی میونسپلٹی کے الیکشن کے وقت کس کا ساتھ دیا۔ آیا حاجی محمد یوسف کا
 یا مسٹر آصف علی کا جو ایک ہندو دیوی سے شادی کا پیغام دیکر قانون الہی کو عملاً منسوخ
 کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں میں ایک نیافتہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح انھوں نے
 دہلی میونسپلٹی میں مسلمانوں کا صحیح نمائندہ مسٹر آصف علی کو تسلیم کیا۔ یا حاجی محمد یوسف کو
 ہم یہ بھی صاف کہتے ہیں۔ کہ ہم بھی اسمبلی کی شرکت کے موید ہیں۔ لیکن اس لئے نہیں۔
 کہ مسلمان اسمبلی میں جا کر اسلام میں اصلاح کریں۔ یا مسلمانوں کے مفاد کو نظر انداز کر دیں۔ بلکہ
 اسلئے کہ وہ اسمبلی میں حتی الامکان کوئی ایسا قانون نہ پاس ہونے دیں۔ جو اسلام یا مسلمانوں
 کے مفاد کے خلاف ہو۔ اب یہ خود مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ انتخاب کے وقت یہ دیکھ لیا کریں
 کہ کون امکا اہل ہے۔ اور کون نہیں۔ نیز یہ ان مسلمان ممبروں کا فرض ہے۔ کہ وہ اسمبلی میں جا کر
 اپنے فرض منصبی کو پس پشت نہ ڈال دیں۔ اس کے بعد مسٹر یوسف نے علما اسلام پر آوازے

کہے ہیں۔ اور ان پر چند جرم عائد کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ علماء اسلام اسمبلی کی کارروائیوں
 میں دستہ بستہ لینے کے بجائے۔ اس فکر میں ہیں۔ کہ کس کی تکفیر کیجاوے کس طرح مسلمانوں
 کے ادارہ گردیوں کو خادم قرآن بنکر اپنی چند روٹیوں کے خوف سے جبریہ تعلیم کو مستفیض
 ہونے سے روکا جاوے۔ کس سبب کے استبداد کو اسلامی شوری اور نبوی عزم و توکل علی اللہ
 قرار دیا جاوے۔ یا کس کی ران پر بستی زور باندھا جاوے۔ لیکن ہم نہیں سمجھتے۔ کہ مسٹر
 موصوف کی دماغی قابلیت کو کیا ہوا۔ کہ جن افعال کو وہ خود جرم قرار دیتے ہیں۔ اگر انہی
 باتوں کے اسناد کی طرف علماء رجوع کرتے ہیں۔ تو مسٹر موصوف جامہ سے باہر ہو کر ان
 علماء ربانی پر بھیتیاں اڑانے لگتے ہیں۔ آخر ہم مسٹر موصوف سے پوچھتے ہیں۔ کہ علماء
 انہی کی تو تکفیر کرتے ہیں۔ جو قانون شریعت میں اصلاح یا ترمیم یا تغیر یا اس کا انکار یا اس کے
 ساتھ تسخر کرنے یا اس کو زور و تشہیر شائع کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر کیا مسٹر محمد علی کے نزدیک
 بائیس عین ایمان ہیں۔ اگر ایسا ہے، تو پھر وہ ارکان اسمبلی کو کیوں جرم قرار دیتے ہیں
 اور اگر نہیں ہے۔ تو علماء پر طعن کیوں ہے۔ یہی جبریہ تعلیم کی مخالف سو اسکی وجہ ہی ظاہر
 ہے۔ کہ آج تک کسی ادارہ گرد۔ اور کھیل کود میں مصروف رہنے والے لڑکے نے شریعت
 اسلام میں ترمیم یا اصلاح نہیں کی۔ اور نہ اسمبلی اسکا حوصلہ ہو سکتا ہے۔ اور اس تعلیم
 کے اقلیم یافتہ ہیں۔ کہ مسٹر محمد علی مسلمانوں میں جبریہ طور پر رائج کرنا چاہتے ہیں۔ ہزاروں
 ایسے موجود ہیں۔ جو اس جرم کے قریب ہیں۔ پھر ایسی تعلیم کو علماء جبریہ طور پر تو درگنا بخوشی
 ہی ہاتھ نہیں رکھ سکتے۔ کیوں مسٹر محمد علی تم ہمیں یہ بتلاؤ کہ اگر اس وقت محمد رسول اللہ دنیا
 میں تشریف فرما ہوتے۔ تو وہ معلم قرآن ہو کر مسلمانوں کے بچوں اور بڑوں کو قرآن کی
 تعلیم دیتے۔ یا کبھی بازار کے اسکول کے ماسٹر یا میڈیا سٹر ہو کر۔ اس کی تعلیم دیتے۔ جسکی
 آپ مسلمانوں کے بچوں کو بزور و تشہیر تعلیم دیتے ہیں۔ اگر وہ ہی معلم قرآن بنے۔ تو آپ
 خادم قرآن پر طعنہ زن کیوں ہوتے ہیں۔ اور اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ وہ کسی اسکول
 کی ماسٹری کرتے۔ تو آپ صاف کمنڈجے تاکہ ہمیں پوری تصدیق ہو جائے۔ کہ واقعی
 آپ تفریح میں غرق نہیں ہیں۔ اور جن لوگوں نے آپ پر یہ غلط الزام لگایا انھوں نے

بہت برا کیا۔ پھر آپ نے علماء پر حمایت ملوکیت کا طعن کیا ہے۔ مگر ہم آپ کو
 بتا چکے ہیں۔ کہ ملوکیت ہی قانون الہی ہے۔ اور اہل حمایت علماء کا فرعن ہے
 ولو کرہ الکافرون۔ ران پرہستی زیور باندھنے کا اشارہ ہم نہیں سمجھے۔ اگر ہم سمجھتے تو
 اس کے متعلق بھی گزارش کرتے۔ آخر میں ہم آپ سے ایک سوال یہ کرتے ہیں۔ کہ آپ احریث
 کے بھی حامی ہیں۔ اور اسی کے ساتھ جبر تعلیم کے بھی۔ سو ہم نہیں سمجھتے۔ کہ یہ تضاد و خیالات
 ایک صحیح دماغ میں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ کیا جبر تعلیم اسی استبداد اور فرعونیت اور
 فردیت کی شاخ نہیں ہے۔ جس کی آپ مذمت فرماتے رہتے ہیں۔ اور جس کو آپ قانون الہی کے
 خلاف بتلاتے ہیں۔ ہم کو بتلایا جاوے کہ اس فرد میں جس نے تعلیم کو حید کی بنا پر براہیم کو آگ
 میں ڈالا تھا اور ان فردوں میں جو تعلیم قرآن پر بچوں کے دلوں پر چرمانے کرتے اور ان کو بچانے
 بھیجتے ہیں کیا فرق ہے۔ اور اس فرعون میں جس نے اناریکم الا علی کہا تھا۔ اور اس کہیں
 جو زبان حال اناریکم الا علی کہتے ہے۔ کیا امتیاز ہے۔ یہی ہماری سمجھ میں نہیں آیا براہیم کو آگ
 اور ہم کو سمجھا دیا جاوے۔ اجمال ہم کو جہان شک خود را لکی تحریر سے مسٹر محمد علی کے حالات کا اندازہ ہوا
 وہ یہ ہے۔ کہ مسٹر مصوف کا قول کچھ ہے۔ اور فعل کچھ۔ وہ اپنے حریفوں پر جن ہتھیاروں سے حملہ
 کرتے ہیں۔ انہی سے خود اپنے کو زخمی کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے استبداد کو مٹانے کے لیے جہورت
 کا راگ گاتے ہیں۔ مگر اس پر وہ ہیں وہ دنیا پر اپنا استبداد قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مسٹر مصوف
 کی ویاغی قابلیت کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ دعویٰ کو سمجھتے ہیں دلیل کو۔ اور با انیمہ انکو ہمہ دانی کا
 دعویٰ ہے۔ نیز مسٹر مصوف صرفت گزشتہ ہی کے مقابلہ میں بہادر نہیں۔ بلکہ خدای حکم الحاکمین
 کے مقابلہ میں ہی بہادر ہیں۔ مگر با انیمہ وہ ہندوؤں کے نہایت ڈرتے ہیں۔ اسلام کی ترسیم اور
 اصلاح کے تو خاص طور پر بیٹیکہ دار ہیں۔ مگر وہ باوجود اسکے ارکان اسمبلی کے اصلاح شریعت
 کو جائز نہیں کہتے۔ کیونکہ انہیں اسمبلی سے عداوت ہے۔ گو اصلاح کے مخالف نہیں شریعت
 میں انصاف کا مادہ بالکل نہیں الی غیر ذلک من الکسالات۔ یہ تو وہ کمالات تھے۔ جو انکی
 تحریر سے مستفیض ہو سکتیں۔ لیکن اس جگہ بظاہر گردنیا بھی بوسوق نہ ہوگا۔ کہ ہماری ایک دست
 نے بیان کیا۔ کہ مسٹر محمد علی نہایت متوکل و قانع ہیں۔ چنانچہ وہ خود فرماتے تھے۔ کہ اگر مجھے مال و جاہ

مطلوب ہوتا۔ تو مجھے گورنمنٹ سے اس قدر مل سکتا تھا کہ ان خوشامدیوں کو اس کی
 ہوا بھی نہیں لگی۔ اسکے جواب میں میں نے اپنے دوست سے کہا کہ آپ اس
 حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں۔ کہ چیونٹی کا پیٹ ایک ذرہ سے بھر سکتا ہے۔ مگر
 ہاتھی کے لئے بہت بڑی مقدار میں غذا کی ضرورت ہے۔ اور وہ چیونٹی کی غذائی طرف
 التفات نہیں کر سکتا۔ بس یہی حالت تم مسٹر محمد علی اور جی حضور یوں کی سمجھو۔ جی
 حضور یوں کا شکم حرص بہت چھوٹا ہے۔ اور وہ تحصیلداری ڈپٹی کلکٹری اسمبلی کی
 ممبری وغیرہ پر قناعت کر لیتے ہیں۔ اور مسٹر محمد علی کا شکم حرص اس قدر بڑا ہے۔ کہ اسکو
 بجز سولاج یا بادشاہت کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اس لئے وہ ڈپٹی کلکٹری یا ممبری وغیرہ
 عہدوں پر قناعت نہیں کر سکتے بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ میری حکومت سب پر ہو۔
 اور مجھ پر کسی کی حکومت نہ ہو۔ حتیٰ کہ وہ احکام الحاکمین کی حکومت کو بھی اپنے اوپر گوارا
 نہیں کرتے۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ نہایت بے دردی سے خدا کے حکموں کو ٹھکرا
 ہیں۔ اور جہاں کہیں وہ اسلام یا شریعت کا نام لیتے ہیں۔ تو وہ محض پروپیگنڈے کے
 طور پر تاکہ خدا پرست اُن سے وحشت نہ کریں۔ یہ حقیقت ہے۔ ان کے توکل اور قناعت
 کی۔ پس ایسی حالت میں خدا پرستوں کا فرض ہے۔ کہ وہ ہوشیاری سے کام لیں۔
 اور اندھے ہو کر مسٹر موصوف کی ہوا و ہوس کا شکار نہ ہوں۔ اور ہم یہ بھی صاف کہتے ہیں
 کہ ایسے گمراہیوں کی اشاعت کے ذمہ دار صرف وہ لوگ ہیں جو ان مسٹر جیسے اسلام کے
 دوستوں کی حوصلہ بڑھا کر ان کو اسلام کے مقابلہ میں آنے کی ہمت دلاتے ہیں۔ اور
 خود ان کی فوج بن کر دین الہی پر چھاپے مارتے ہیں۔ پس اگر مسلمان باوجود ہمارے
 تنبیہ کرنے کے بھی متنبہ نہ ہوں۔ تو ان کو احکام الحاکمین کے دربار میں جوابدہی کیلئے
 تیار رہنا چاہئے۔ کیسے غضب کی بات ہے۔ کہ ایک یورپ کا تعلیم یافتہ جس نے
 نہ کبھی مذہب کی صورت دیکھی۔ نہ مذہبی علماء سے کچھ سیکھا۔ نہ ان کی صحبت حاصل کی۔
 وہ نائب رسول بن کر جامع مسجد دہلی میں لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا ہے۔ اور لوگ اسکو
 نائب رسول تسلیم کرتے ہیں۔ اور اسکی باتوں پر آمنا و صدقنا کہتے ہیں۔ وہ رسول کے

سچے نابوں پر چلے کرتا ہے۔ اور لوگ اس کی تعریف و تحسین کرتے ہیں۔ وہ خدا اور صل
 کے دین کی تحریف کرتا ہے۔ اور لوگ اس پر بجا و درست کہتے ہیں۔ کیا یہ ایسی باتیں ہیں
 جن پر ایسے لوگوں سے باز پرس نہ ہوگی۔ ہوگی اور ضرور ہوگی۔ پس مسلمانوں کو ایسی
 باتوں سے توبہ کرنی چاہئے۔ ہمدرد کے مضمون پر تنقید ختم ہوئی۔ اب ہم الجمعیت کے مضمون پر تنقید کرتے ہیں
 الجمعیت اپنی اشاعت مورخہ ۲ شعبان ۱۳۸۶ء میں لاہور مسلم لیگ کے مطالبات پر تبصرہ
 کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ ان مطالبات کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کی ایک تہائی
 جائے۔ اور مسلمانوں کی سب مان لی جائیں۔ آہ اور اس طرح اس نے لاہور کی مسلم لیگ
 کے جائز مطالبات کو مسترد کرنا چاہا ہے۔ لیکن یہ طریقہ رد اصولاً صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی مطالبہ
 کے رد کا طریقہ صرف یہ ہی ہو سکتا ہے کہ اس کا غیر معقول ہونا ثابت کیا جاوے۔ پس
 اس جگہ الجمعیت کا فرض تھا۔ کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے ہندوؤں کی بیجا حمایت سے قطع نظر
 کر کے بحیثیت ایک ثالث ہونے کے ان کی غیر معقولیت دکھلاتا۔ اور یہ ظاہر کرتا کہ ہندو
 ان کو ان معقول وجوہ کی بنا پر منظور نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر فی الحقیقت کوئی ایسے وجوہ
 نہیں ہیں۔ تو ان کو صرف اس وجہ سے رد نہیں کیا جاسکتا۔ کہ جب تم ہندوؤں کا ایک
 مطالبہ ہی منظور نہیں کرتے۔ تو وہ تمہارے اتنے مطالبات کیوں منظور کر لیں۔ کیونکہ یہ ممکن
 ہے۔ کہ ہندوؤں کا ایک مطالبہ انصافاً غیر معقول ہو۔ اور ہمارے سو مطالبہ انصافاً
 معقول ہوں۔ پس ایسی حالت میں انصاف ہندوؤں کو ہمارے کل مطالبات کے
 منظور کرنے پر مجبور کر لیا۔ اور ہم ان کے ایک مطالبہ کے منظور کرنے پر بھی مجبور نہ ہونگے۔
 شاید الجمعیت نے سنار کی کھٹ کھٹ اور لوہار کی ایک والی مثل نہیں سنی یا اسے یاد نہیں
 رہی۔ اب ہم اسے اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہندوؤں نے صرف ایک مخلوط
 انتخاب کے مسئلہ سے تمام ان مطالبات کو بیکار کر دیا ہے۔ جو انھوں نے مسلمانوں کے منظور
 کئے تھے۔ کیونکہ اول تو جداگانہ انتخاب سے ہی مسلمانوں کو بوجہ ان کی عام حیالت اور
 قوم فروشی اور دین فروشی کے کسی خاص فائدہ کی توقع نہ تھی۔ لیکن اگر اس سے کچھ فائدہ
 ہو سکتا تھا۔ تو صرف پانچ صوبوں میں ہو سکتا تھا۔ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے

برخلاف اسکے اُس سے قریب قریب دو گنا فائدہ ہندوؤں کو ان نوصوبوں میں حاصل
 ہوتا۔ جہاں ان کی اکثریت ہے۔ لیکن اب جبکہ مخلوط انتخاب کا مسئلہ پیش کر دیا گیا
 ہے۔ تو اس صورت میں مسلمانوں کو کسی جگہ بھی فائدہ کی توقع نہ رہی۔ کیونکہ ہندوؤں کے
 پاس جو ذرائع مسلمان رایوں کو اپنی طرف کھینچ لینے کے موجود ہیں۔ وہ مسلمانوں کے
 پاس نہیں ہیں۔ جبکہ تمام سیاسیات کی روح یہی مسئلہ انتخاب ہے۔ اور یہی ہندوؤں
 کے حق میں طے ہو گیا۔ تو اب مسلمانوں کے پاس بجز ہندوؤں کی غلامی کے کیا رہ جاتا ہے
 اور ان کو سوائے آزادی کے نام کے اور کیا مل جاتا ہے۔ پس جبکہ مسلمانوں کی قسمت میں
 طوق غلامی ہی لکھا ہوا ہے۔ خواہ انگریزوں کی ہو۔ یا ہندوؤں کی۔ تو پھر انہیں اس
 لایعنی جدوجہد سے کیا حاصل۔ الجمعۃ ان مطالبات کی معقولیت کو تسلیم کرتے ہوئے
 کہتا ہے۔ کہ تم یہ بتلاؤ۔ کہ تم ہندوؤں سے اپنے مطالبات کس طرح منوا سکتے ہو کیونکہ
 ان کے منوانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک قوت دو سر دلیل۔ سو قوت تمہارے
 پاس ہے نہیں۔ اور دلیل و خطابت و انشاء پردازی کو میدان سیاست میں پرکاش
 کے برابر بھی وقعت نہیں۔ پھر ان سے اپنے مطالبات کی منوائے کی کیا صورت ہے
 لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر ہم یہی سوال الجمعۃ سے انگریزوں کے مقابلہ میں کریں۔ اور
 کہیں کہ آخر تم انگریزوں سے اپنے مطالبات کس طرح منوا سکتے ہو۔ آیا قوت سے یا دلیل
 سے جب تمہیں ہندوؤں کے مقابلہ میں اپنی کمزوری تسلیم ہے۔ تو انگریزوں کے مقابلہ میں
 قوت کہاں سے آجاو گی۔ پس قوت تو نہ رہی۔ اب رہی دلیل سوا اسکا میدان سیاست
 میں بیکار ہونا خود تمکو بھی تسلیم ہے۔ تو پھر تم انگریزوں کا مقابلہ کیوں کہتے ہو۔ انہیں
 معلوم الجمعۃ ہم کو کیا جواب دے گا۔ لیکن ہمیں الجمعۃ کے جواب کی انتظار کی ضرورت نہیں
 اُس نے خود ہی اسی صفحہ میں حسرت موہانی کا رد کرتے ہوئے اس سوال کا جواب دیا ہے
 اور جواب بھی ایسا جس سے اس نے لاہوری لیگ کو بھی جواب سے سبکدوش کر دیا ہے
 چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ مسلمان فطرۃً آزاد پیدا ہوا ہے۔ اسکو اللہ کے سوا کسی کی غلامی
 زیب نہیں دیتی۔ لیکن مسلمان کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ الجمعۃ کا یہ مستند دل نہیں ہے

بلکہ یہی ایک پروپگنڈے کے طور پر ہے) اور اس کے سوا کسی پر بھروسہ ہونا چاہیے
 اس کے دل میں ایمان باللہ اور غیر اللہ پر اعتماد دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس نے
 ہر مسلمان کو دل سے اندیشہ نکال دینا چاہیے کہ کمیشن کا مقاطعہ مسلمانوں کو یا اسلام
 کو کوئی نقصان پہنچائے گا۔ یا گورنمنٹ کی ناراضی اور ہندوؤں کی کثرت تعداد سے وہ
 قوم تباہ ہو جائیگی۔ جو لاجول ولاقوۃ الا باللہ کی قائل ہے۔ اگر مسلمان حقیقتہً
 اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اور اپنے دلوں میں ایمان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں تو کوئی
 گورنمنٹ او نہیں نہیں مٹا سکتی۔ اور کوئی کثرت تعداد نہیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ الخ۔
 صواب جمعیت کے اس وعظ نے جس طرح ہمارے سوال کا جواب دیدیا۔ یوں ہی خود الجمعیت
 کے سوال کا بھی جواب دیدیا۔ جو اس نے لاہوری مسلم لیگ سے بدیں الفاظ کیا ہے
 کہ پھر ہمارے پاس کیا ذریعہ ہے۔ جس سے ہم ہندوؤں کے اپنے ساتوں مطالبے جو کہ
 توں منظور کرالیں۔ کیونکہ لاہوری مسلم لیگ بھی اسکے جواب میں اسی انشا پر دازی سے کام
 لے سکتی ہے جس سے خود الجمعیت نے حسرت موہانی کے مقابلہ میں کام لیا ہے۔ اور
 وہ کہہ سکتی ہے۔ کہ اگر ہندو ہمارے جائز مطالبات کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہمارے
 ساتھ منصفانہ صلح پر آمادہ نہیں ہوتے۔ تو ہم جس طرح انگریزوں کو الٹی میٹم دیتے ہیں۔
 یوں ہی ہندوؤں کو بھی الٹی میٹم دیتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان فطرۃً آزاد پیدا ہوا ہے۔ وہ
 خدا کی غلامی کے سوا کسی کی غلامی گوارا نہیں کر سکتا خواہ ہندو ہوں۔ یا کوئی اور۔ اور
 الجمعیت کا ہندوؤں کے مقابلہ میں بزدلی دکھانا اس کی ایمانی کمزوری کی دلیل ہے۔ اور
 اسکا ہندوؤں کے مقابلہ میں بجائے لاجول ولاقوۃ الا باللہ کے۔ لاجول ولاقوۃ
 الا باللہ بنود کہنا۔ صراحتہً اسکے دعویٰ ایمان کے منافی ہے۔ بڑی غیرت کی بات ہے۔
 کہ ہندو بیت پرست ہو کر انگریزوں جیسی قوت سے نبرد آزما ہوں۔ اور مسلمان خدا پرست
 رکھتے ہوئے۔ بت پرستوں کے آگے ہتھیار ڈال دیں اور اس کو سرخط غلامی لکھ دیں۔
 لاہوری مسلم لیگ اس بزدلی کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔ کس قدر عجیب بات ہے۔ کہ الجمعیت
 حسرت موہانی پر یہ طنز کرتا ہے۔ کہ انھوں نے بیتن مجلس دن کے اندر اپنی رائے بدلی۔

اور اس سے نتیجہ لگاتا ہے۔ کہ مسلمان ایسے متکون مزاج کی پیروی کر کے کسی فلاح کو نہیں
 پہنچ سکتے۔ لیکن وہ خود ایک ہی مضمون میں اور ایک ہی وقت میں دو متضاد خیالات
 کا اظہار کرتا ہے اور ایک طرف وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا نعرہ لگاتا ہے۔ اور دوسری
 طرف وہ لاحول ولا قوۃ الا بالہندو پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کو
 یہی دعویٰ ہے۔ کہ مسلمان اس کی پیروی سے فلاح پہنچ سکتے ہیں۔ یہ وہ جواب ہے۔
 جو لاہوری مسلم لیگ الجمعۃ کو خود اسکے مسلمات سے دی سکتی ہے۔ جس کے جواب میں الجمعۃ
 کو سوائے بغلیں جھانکنے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔ پھر الجمعۃ خود مسلم لیگ کی طرف سے
 اپنے سوال کا جواب دیتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ اگر تم یہ کہو۔ کہ ہمارے پاس اپنے مطالبات
 کے منوانے کی قوت گورنمنٹ سے تعاون اور اس کی خوشامد ہے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اول
 تو خود ہندو تم سے اس بات میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہندوؤں کا لحاظ ہی تم سے زیادہ
 کریں گی۔ لیکن اگر بالفرض وہ ایسا نہ بھی کرے۔ تو کیا وہ تمہارے مطالبات کی عوض میں
 تم سے ہمیشہ غلامی کا پٹہ نہ لکھوائے گی۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ جب آپ لوگ ہندوؤں کے
 مخلوط انتخاب کے مطالبہ کو منظور کر کے ان کے لئے ہمیشہ کی غلامی کا پٹہ لکھ رہے ہیں۔
 تو آپ کو انگریزوں کو غلامی کا پٹہ لکھنے سے کیوں عار ہے۔ اگر تم آزاد ہو۔ تو نہ انگریزوں
 کے غلام بنو۔ نہ ہندوؤں کے۔ بلکہ صرف اپنے احکام الحاکمین کے غلام رہو۔ اور اسکے احکام
 کی تعمیل کرو۔ اور اگر تم کو غلامی ہی مرغوب ہے۔ تو پھر عقل کا مقتضایہ ہے۔ کہ اپنے لئے
 بہتر آقا تجویز کرو۔ اور سمجھو۔ کہ حسب قدر وسعت خیالی ہمارے ساتھ انگریزیت سکتے ہیں جب کا
 ثبوت انھوں نے ایک حد تک اپنی اس ممتاز زمانہ حکومت میں دیا ہے۔ اس قدر وسعت
 خیالی ہمارے ساتھ ہندو ہرگز نہیں برت سکتے۔ چنانچہ ہندو اس غلامی کی حالت میں بھی
 ہمارے امور مذہبی مساجد نماز اذان قربانی وغیرہ معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور
 مسلمانوں کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کرتے ہیں۔ جن کو سنکر رونگٹا کھڑا ہوتا ہے لیکن
 برخلاف اسکے عیسائی باائیمہ شوکت و اقتدار مسلمانوں سے ان باتوں میں کوئی تعرض
 نہیں کرتے۔ ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ انگریز یہ رب کچھ اسلام یا مسلمانوں کی محبت سے نہیں کرتے

بلکہ اسکا منشایا ان کی آزاد خیالی ہے۔ یا اقتضائے سیاست۔ لیکن خواہ کچھ ہی ہو۔ مسلمانوں کی توانائی کی ستانت اور سنجیدگی سے نفع ضرور پہنچتا ہے۔ اور اس منفعت کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے۔ جس نے ارشاد خداوندی لا یحرم منکم شئاً من قوم الی آخرہ سے آنکھ بند کر کے سر اسٹریٹ دہری اور نا انصافی کی ٹھان لی ہے۔ پس یہ سخت نادانی ہے۔ کہ ایسے سنجیدہ آقاؤں کی غلامی سے بھاگ کر ہندو جیسے بد خو۔ بے رحم۔ آقاؤں کی غلامی کا طوق پہنا جائے نیز اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ آج کی تاریخ تک جیسے ہم انگریزوں کے غلام ہیں۔ یوں ہی ہندو بھی ہیں۔ اور جس طرح ہمیں آزادی کی ضرورت ہے یوں ہی ان کو بھی ہے۔ اور جس طرح ہم ان کے بغیر غلامی کی زنجیریں نہیں توڑ سکتے (جیسا کہ الجمعیت کا خیال ہے) یوں ہی وہ بھی ہمارے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ مگر باوجود اسکے بھی دم ہمارے ساتھ مساویانہ سلوک نہیں کرتے۔ بلکہ ہم کو اپنا غلام رکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو کیونکر اطمینان ہو۔ کہ وہ آزاد ہو کر ہمارے ساتھ مراعات کا برتاؤ کریں گے۔ اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ آزادی کے بعد ہمارے ساتھ مراعات کا برتاؤ نہ کریں گے۔ تو ہم ان سے نبٹ لیں گے پہلے ہمیں انگریزوں کے پھندے سے تو چھوٹ جانے دو۔ لیکن جو شخص ہندوؤں کی پالیسی سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ ہندوؤں کا اصلی منشایہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی شرکت میں آزادی حاصل کرنا خطرناک ہے۔ اس لئے سب سے پہلے مسلمانوں سے نبٹ لینا چاہئے اور اس کے لئے انھوں نے چند طریقے اختیار کئے ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کو مرتد کر کے اپنے میں ملا لینا چاہئے۔ دوسرا یہ کہ ان کو گورنمنٹ سے لڑا کر گورنمنٹ کی ہمدردی کو ان سے منقطع کر دینا چاہئے۔ تاکہ یہ چلی کے دوپاٹوں میں آکر پس جائیں۔ پس جس وقت مسلمان تباہ ہو جائیں۔ اس وقت انگریزوں سے متحدہ قومیت کے ساتھ سوریاج کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ یہ اسکیم ہے ہندوؤں کی اور اس پر وہ ایک عرصہ سے عمل درآمد کر رہے ہیں۔ چنانچہ شدہ ہی کا سلسلہ ہی برابر جاری ہے۔ اور انگریزوں سے لڑانے کا بھی مشاہدہ ہو چکا ہے چنانچہ ایک مرتبہ وہ ترک موالات کے زمانہ میں لڑوا چکے ہیں۔ اور اس سے وہ بہت کچھ فائدہ بھی اٹھا چکے ہیں پھر ہم کو کیونکر اطمینان ہو کہ اس وقت وہ ہمیں مقاطعہ سائمن کمیشن کے طرف مائل کر کے ہمارے

اور انگریزوں کے تعلقات کو مزید کشیدہ نہیں کرنا چاہتے۔ اور وہ درحقیقت مشترکہ آزادی کے طالب ہیں۔ پھر مگر اب لالہ لاجپت رائے اپنے سابق اتحاد کے زمانہ کی ایک تقریر میں دے چکے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر آزادی کے بعد مسلمان ہمارے مقابلہ پر کمر بستہ ہوتے تو ہم جانتے ہیں کہ ہم اپنی آزادی کو بطور خود یا گورنمنٹ کی مدد سے کیونکر قائم رکھ سکتے ہیں پس جبکہ آپ کے نبٹ لینے کا توڑ اوتھوں نے پہلے ہی سوچ لیا ہے۔ تو پھر آپ کیونکر نبٹ لیں گے۔ اس جگہ ممکن ہے کہ ہماری جانب بدظنی یا انگریزوں کی حمایت کی نسبت کجاوے لیکن اظہار حق ہمیں ان ہیودہ اور بے اصل باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ اگر کسی قوم کی بابت سالہا سال کا تجربہ اسکے کسی طرز عمل کی بابت رائے قائم کرنے کو بدظنی کہلا سکتا ہے تو ہم اقرار کرتے ہیں کہ واقعی ہم کو ہندوؤں کے ساتھ بدظنی ہے۔ لیکن ہمارے مخالف ہی اس بدظنی سے مستثنیٰ نہیں۔ کیونکہ وہ انگریزوں کی نسبت بعینہ ایسے ہی بدظنی رکھتے ہیں اسی طرح اگر واقعات کی بنا پر انگریزوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا ہی حمایت کہلانیکا مستحق ہے۔ تو ہم بخوشی تسلیم کرتے ہیں کہ ہم انگریزوں کی بجا حمایت کر رہے ہیں۔ الغرض خواہ تم اسے مسلمانوں کی خیر خواہی کہو۔ یا بدخواہی ہمارے جو کچھ خیالات تھے۔ وہ ہمنے تمہارے سامنے رکھ دئے۔ اب آئندہ۔ تم جانو۔ اور تمہاری قسمت۔ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے اعلیٰ سطح نظر سے انگریزی حکومت ہندو جمہوریت تو درکنار ان نام نہاد اسلامی جمہوریتوں سے بھی بہتر ہے۔ جو خدا کے قانون کو اپنی حکومت سے بزور شمشیر مٹاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو یورپین بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور مذہبی پیشواؤں کو مذہبی دیوانے بنا کر سزائیں دیتی ہیں اور ان کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اس ملحد حکومت کے خیال کے خلاف ایک حرف زبان سے نہ نکالیں۔ اور خدا کا حکم لوگوں تک پہنچائیں۔ کیونکہ اس سلطنت میں یہ جبر و استبداد نہیں ہے جو اس جمہوری سلطنت میں ہے۔ پس نہایت مبارک ہے۔ وہ استبداد جو خدا کو اعلیٰ الاعلان اعلان جنگ نہیں دیتا۔ اور اس کے قانون کو اپنی حکومت سے بزور شمشیر نہیں مٹاتا۔ اور سخت ملعون ہے۔ وہ جمہوریت جو خدا کو اس طرح اعلان جنگ دے۔ اور خدا کے قانون کو اپنی قلم و سے بزور شمشیر مٹانے پس جب تک ہمیں یہ اطمینان نہ ہو۔ کہ ہندوستان انگریزوں

کے جاتے کے بعد خدا کے دین کو صدمہ نہ پہنچے گا۔ اس وقت تک ہم انگریزوں کی سلطنت کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسی کا مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ آزادی کی جدوجہد میں اسلام اور مسلمانوں کو تباہ نہ کریں۔ دیکھو کہ میں قومی حکومت تھی۔ لیکن جب اس قومی حکومت سے دین الہی کو خطرہ ہوا۔ تو مسلمانوں نے حبشہ میں ایک اجنبی حکومت کی پناہ لی تھی۔ پس سوچتے کہ واقعات ہمیں بتا رہے ہیں کہ قومی حکومتیں اسلام کے حق میں زیادہ خطرناک ہیں۔ تو ہم اس خطرہ سے بچنے کے لئے اجنبی حکومت کی پناہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اس حکومت میں ہم خود حکومت کے مذہب کا رد کرتے ہیں۔ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں۔ خود احکام مذہب کی پابندی کرتے ہیں۔ لیکن حکومت کی تلوار ہم کو ان باتوں سے نہیں روکتی۔ اور جب ہم اپنی قومی حکومتوں کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو کام ہم یہاں کرتے ہیں۔ وہ وہاں قانوناً جرم ہیں۔ اور اس جرم میں ہزاروں علماء کی گردنیں آزادی گئیں۔ علیٰ ہذا جب ہم اپنے قوم پرست لیڈروں اور سیاسی علماء کی تقریریں سنتے۔ اور تحریریں دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بھی اسلام کے مٹانے کیلئے صرف اس کے منتظر ہیں۔ کہ ان کے ہاتھ میں تلوار آجائے۔ اور اس سبکیسی کی حالت میں بھی جو کچھ ان سے اسلام کے مٹانے کے لئے ہو سکتا ہے۔ اُس میں کمی نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ خدا کے قانون کو بذریعہ تحریف کے بدلتے ہیں۔ جبر یہ تعلیم کا نفاذ کر کے قرآن کی تعلیم کو جرم قرار دیتے ہیں۔ علماء اسلام سے مسلمانوں کو بدگمان کر کے دین الہی کی تعلیم کو روکتے ہیں۔ حریت کے گیت گا کر مسلمانوں کے خیالات خراب کرتے ہیں۔ ترقی و تمدن کو سہرا کر مسلمانوں کو آخرت سے غافل کرتے ہیں۔ قومیت اور وطن پرستی کی جڑ لوگوں کے دلوں میں قائم کر کے خدا پرستی کو مٹاتے ہیں۔ لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ علماء اسلام کا نقشہ جو تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ غلط ہے۔ اور جو نقشہ ہم تمہیں دکھلاتے ہیں۔ وہ صحیح ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قوم پرستی اور وطن پرستی کا بانی بتلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ محض دنیا میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ دنیا سے تمام پرستشیں مٹا کر صرف خدا کی پرستش سکھائیں۔ اور بتلائیں۔ کہ اس عالم کے سوا ایک عالم اور بھی ہے۔

جو اس سے بدرجہا بہتر ہے پس تم اس عالم میں جی نہ لگاؤ۔ اور اسپر فریقہ نہ ہو۔ بلکہ اس عالم کے طالب بنو۔ مساجد کو پریت کا میدان بنایا جاتا ہے۔ نمازوں کو فوجی قواعد۔ زکوٰۃ کو قومی کاموں میں خرچ کرنے کی عادت ڈالنا۔ روزہ کو جمہوریت کی تحصیل میں جدوجہد میں مشقت برداشت کرنے کی عادت ڈالنا۔ حج کو آل ورلد مسلم کانفرنس۔ غرض کہ تمام احکام اسلام کا یوں ہی خاکہ اڑایا جاتا ہے۔ اور خدا کے احکام کی اس طرح درگت بنائی جاتی ہے۔ اور یہ ان رہنمایان ملت کا خدا کے دین کے ساتھ وہ سلوک ہے۔ جو کبھی کفار نے بھی نہیں کیا۔ پس اے مسلمانوں اگر تمہارے نزدیک واقعی خدا کا دین یہی ہے۔ جو تمہارے لیڈر تیار ہے ہیں۔ تو تم اسکی حمایت کرو۔ انشاء اللہ اس کا نتیجہ تمکو دنیا اور آخرت دونوں جگہ مل جاوے گا۔ اور اگر یہ دین نہیں ہے۔ اور دین وہی ہے۔ جو تمہارے مذہبی علماء بتاتے ہیں۔ تو تم اپنے دین کو سمجھاؤ۔ اور سیاسی علماء۔ اور سیاسی لیڈروں کے ہاتھ نہیں آکر اسے ہاتھ سے نہ دو۔ غرض جو کچھ کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ اور اس کے نتیجہ کے لئے تیار رہو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتداء عہد میں صرف دو سر مذاہب والے اسکے دشمن تھے۔ اور آج صرف دوسری قومیں ہی اسکی دشمن نہیں۔ بلکہ اسکے نام لیوا ان سے زیادہ اسکے دشمن ہیں۔ اگر تمہیں آزادی مطلوب ہے۔ تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ جو تمہارے لیڈر تمہیں بتاتے ہیں۔ کہ کانگریس کو مضبوط کرو۔ ہندوؤں کے غلام بنو۔ وطن پرستی اور قوم پرستی اختیار کرو۔ اور آزادی کی راہ میں اپنا دین اور دنیا سب کچھ لٹا دو۔ عورتوں کو پردہ سے نکالو۔ انہیں اسکولوں اور کالجوں میں بھیجو۔ قومی جلسوں میں شریک کرو۔ ان کا اجنبیوں سے تعارف کراؤ۔ بچوں کو قرآن سے روکو۔ اور انہیں اسکولوں میں بھیجو۔ جبر تعلیم کی حمایت کرو۔ غرض سب سے پاؤں تک یورپین بن جاؤ۔ بلکہ اسکا صحیح طریقہ یہ ہے کہ خدا کے قانون کو صحیح طور پر سمجھو۔ اسپر صحیح طور پر عمل کرو۔ اپنی تمام خواہشات کو خدا کی رضا میں فنا کر دو۔ وہ خود تمکو آزاد کرادے گا۔ چنانچہ خود خدا کا ارشاد ہے۔

وَعِدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْكُمْ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ - لیکن اگر تم اسی روش پر چلتے رہے اور خدا کی مخالفت پراڑے رہے۔ تو اول تو آزادی کے

حاصل ہونے کی توقع نہیں۔ اور اگر آزادی حاصل ہی ہوئی۔ تو وہ آزادی ایسی ہی ہوگی۔
 جیسے کسی کو پھانسی کے لئے قید خانہ سے نکالا جاوے۔ اب تم سوچ لو۔ کیا تم ایسی
 آزادی چاہتے ہو۔ اگر تم یہی آزادی چاہتے ہو۔ تو تمہیں اختیار ہے۔ لیکن اتنا سمجھ لو
 کہ ہندوؤں نے مخلوط انتخاب کا مطالبہ نہایت زبردست چال کی بنا پر کیا ہے جس سے
 ہمیں ان کی نیک نیتی پر اعتماد نہیں رہتا۔ اگر ہندو درحقیقت کسی منصفانہ مفاہمت پر
 آمادہ ہوں۔ تو ان کو اس بجا ضد سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔ گو ہمیں جداگانہ انتخاب
 میں بھی کسی خاص بہبودی کی توقع نہیں۔ کیونکہ انتخاب میں جو لوگ آئیں گے۔ وہ ہی
 ہوں گے۔ جو اسمبلی وغیرہ میں منتخب ہوتے ہیں۔ یا وہ لیڈر ہوں گے۔ جن کو اسلام سے
 کوئی سروکار نہیں۔ اور اس لئے وہ اسلام کے لئے کسی درجہ میں بھی مفید ثابت نہیں ہوتے
 لیکن یہ غلطی خود مسلمانوں کی ہے۔ اور اس کے ذمہ دار خود مسلمان ہیں۔ نیز مقاطعہ
 کمیشن بھی کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں۔ اس لئے اسکو بھی ترک کرنا چاہئے۔ اور ہندو
 مسلمانوں کو متفقہ طور پر ایک ایسا منصفانہ دستور اساسی تیار کر کے جس میں دونوں فوجوں
 کے حقوق کی کافی رعایت ہو پیش کرنا چاہئے

اطلاع

ہمارا ایک بسیط مضمون اخبار مشرق گورکھ پور مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۴۸ء میں بعنوان ”حفاظت اسلام“
 شائع ہوا ہے جو کہ نہایت اہم ہے۔ اس میں سولاج اور ہندو مسلم اتحاد اور دو سر مسائل پر نہایت
 جامعیت کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ ایسی حالت میں ہر طالب حق اور دیندار مسلمان کا فرض ہے کہ
 وہ اس مضمون کو دیکھے۔ اور موجودہ لیڈران اور سیاسی علماء کی مذہبی اور سیاسی غلطیوں پر مطلع ہو کر
 اپنے کو دنیا و آخرت کے خطرہ سے بچائے۔

ایک اپنے انداز میں الی تفسیر جو کہ عوام و خواص ہر دو طبقہ کے لئے مفید ہے

یعنی

تفسیر حل القرآن

چونکہ قرآن کلام الہی اور معجز ہے۔ اس لئے یہ تو کسی کی کیا طاقت ہے کہ اس جیسا کلام بنا سکے انسان میں تو یہ طاقت بھی نہیں کہ اس کو کما حقہ سمجھ بھی سکے اسی وجہ سے بہت سے لوگ باوجود اپنی اعلیٰ قابلیتوں کے اس تسق اور منظم کلام کے اجزاء کے باہمی ارتباط کے سمجھنے سے قاصر رہے جس کا ایک اثر تو یہ ہوا کہ ہمارے زمانے کے کفار نے اس پر یہ طعن کیا کہ وہ ایک بے جوڑ کلام ہے۔ اور اس لئے خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا اثر یہ ہوا کہ شیعوں نے اس کو اپنے عقیدہ تحریف قرآن کے لئے سند بنایا۔ اور کہا کہ قرآن کی تحریف کی یہ دلیل ہے کہ اس کی آیات میں باہمی ربط نہیں۔ اور تیسرا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے بعض آیات قرآنی کے ایسے معنی کئے جو کہ ریاق و سباق قرآن کے خلاف ہیں۔ اس وجہ سے ایک ایسی تفسیر کی ضرورت تھی جس میں مطالب قرآنی کی ایسے انداز سے تفسیر کی جائے جس سے آیات قرآنیہ کا ربط خود بخود ظاہر ہوتا چلا جائے۔ اور تمام دنیا کو معلوم ہو جائے کہ قرآن فی الحقیقت خدا کا کلام ہی ہے۔ اور تسق و منظم ہے۔ اور کسی آدمی کا بنایا ہوا۔ اور بے جوڑ کلام نہیں ہے نیز وہ اپنی اسی ترتیب پر ہے جیسے کہ وہ لوح محفوظ میں تھا اور ہرگز محرف نہیں ہے ان اہم امور کا لحاظ کر کے ہمتے تفسیر حل القرآن لکھی جو کہ اس مقصد کو اس خوبی سے پورا کرتی ہے کہ ہمارے علم میں کوئی ارد و یا عربی تفسیر اس کو اس سے بہتر طریقہ سے انجام نہیں دیتی۔ تفسیر کا انداز یہ ہے کہ ایک کالم میں قرآن شریف ہے اور اس کے مقابلے دو کالم تفسیر عام فہم اردو زبان میں اگر آپ اردو کالم کو اول سورۃ سے لیکر آخر سورۃ پڑھ جائیں تو آپ کو ایسا معلوم ہوگا۔ جیسے ایک خوش بیاں و اعظا مسلسل طور پر وعظا کہہ رہا ہے جس کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا نیز اس میں معانی قرآنیہ کی تحقیق میں نہایت غور و خوض سے کام لیا گیا ہے چنانچہ جہتہ تفسیر لکھی جاتی تھی۔ اس قدر کہ حضرت مجدد الملتہ والدین حکیم الامتہ مولانا اشرف علی صاحب رحمہ فیضہم دام ظلہم کبیرت میں پیش کیا جاتا ہے جس کو حضرت والا نہایت خوش سے حرافر فائزہ اصلاح ملاحظہ فرماتے اور مفید مشوروں کے برابر رد فرماتے تھے۔ ان باتوں کے علاوہ اس میں اور بہت سی مفید

باتیں ہیں جنکو خوف طوالت بیان نہیں کیا جاتا۔ اہل انصاف اور ذی فہم ناظرین اسکے مطالعہ سے خود معلوم کر سکتے ہیں لیکن اس کا افسوس ہے کہ یہ پیش بہا خزانہ بوجہ سہوایہ نہونے کے ابھی کل طبع نہیں ہو سکا۔ بلکہ ابھی صرف اس کی جلد اول تیار ہوئی ہے جو کہ سورہ بقرہ کی تفسیر ہے اور اسکے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں بعض اہم مضامین درج ہیں جنکی آج کل مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے۔ اور قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔ اگر مسلمان اس کو جلد خرید کر نکال دوسری جلد کی اشاعت کا موقع دیں تو بہتر ہے ورنہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اب انکو اختیار ہے کہ وہ اپنی فرض کو پہچانیں یا نہ پہچانیں مسلمانوں کی ذرا سی توجہ سے یہ کام پورا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر اس سلسلہ کے چار سو خریدار مستقل ہو جائیں تو تمام تفسیر آسانی سے طبع ہو سکتی ہے اور کسی سے پیشگی قیمت کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ جو جلد چھٹی جاگی وہ ان کی خدمت میں بذریعہ دی پی روائی ہوتی رہے گی ہم خوب جانتے ہیں کہ مسلمان دینی کاموں میں خرچ کرنے سے ہرگز دریغ نہیں کرتے۔ مگر ہم اسکے ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ وہ موقع اور محل کو دیکھ کر خرچ نہیں کرتے چنانچہ قادیانیوں نے تبلیغ کے نام سے مسلمانوں سے لاکھوں روپیہ وصول کر لیا۔ اور اس کو بجائے اسلام کے قادیانیت کی اشاعت میں صرف کیا۔ اسی طرح لیڈروں نے لاکھوں روپیہ مسلمانوں سے وصول کیا۔ اور تخریب اسلام اور پنڈالوں کی آرائشگی اور پھولوں کے باروں اور اسی قسم کے دوسرے فضول اخراجات میں صرف کیا۔ اور اسی قسم کے دوسرے بہت لایغی مصرف میں جنہیں مسلمانوں کا روپیہ برباد ہو رہا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ موقع محل دیکھ لیا کریں۔ تاکہ بجائے نفع کے ان کو نقصان نہ پہونچے خیر جو صاحب حل القرآن جلد اول خریدنا چاہیں۔ یا اپنا نام اس سلسلہ کے خریداروں میں لکھانا چاہیں وہ پتہ ذیل پر درخواست روانہ فرمائیں۔ مولوی شبیر علی صاحب مالک اشرف المطابع تھانہ بھون۔ ضلع مظفرنگر۔ یا حافظ محمد عثمان صاحب تاجر کتب دریہ کلاں دھلی۔ یا فاشی لائق یا محمد صاحب کیرانہ ضلع مظفرنگر۔ بازار جامع مسجد۔ یہ چند پتہ اس واسطے لکھ دے ہیں کہ جن صاحب کو جہاں سے منگانی میں سہولیت ہو وہاں منگالیں۔

المتمم صریح احمد کراوی مؤلف تفسیر حل القرآن

(نوٹ) حضرت مولانا نے تفسیر مذکور پر تقریباً بھی تحریر فرمائی ہے جبکہ ضروری حصہ نقل اشعار میں درج ہے ہم اسکو اسجکہ بوجہ عدم گنجائش کے درج نہیں کر سکے تیر حضرت دہلانی جلد اول کی طبع میں سو سو روپیہ سے امداد بھی فرمائی ہے۔

قیمت ہر جلد دو روپیہ

وَعَايَشُوا هُنَّ بِالْمَعْرِفِ

۲۵۷۲

عورتوں کے ساتھ شرعی تعلیم کے موافق رہو

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی میں عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے بھی کچھ تعلیمات ہیں، اُن تعلیمات سے کچھ عورتوں کے حقوق ثابت ہوں گے اور آیت میں خطاب مردوں کو ہی تو حقوق نسوان کا تحفظ مردوں کے ذمہ ہوا بنا بریں عورتوں کے بعض حقوق کے متعلق بعض علماء نے ان قوم اور ممبران کو تسلیم کیا ہے

علماء ہند کا مستفق فتویٰ

شائع کیا ہے

جس پر اکابر علماء اسلام کی قریب ڈیڑھ سو کے مہر میں اور تصدیق ہیں، اور صدیقیہ العلماء ہند کی زبرداری تصدیق اور مہر بھی ہے اور علماء ہند میں سے کسی کو اس سے اختلاف نہیں۔ اس میں گورنمنٹ عالیہ برطانیہ سے درخواست کی گئی ہے کہ اُن حقوق کا تحفظ حسب فتویٰ فرماوے اور ہزاروں بلاؤں سے جس میں مسلم خواتین مبتلا ہیں نجات دے

باہتمام حکیم نور شیدین خورشید پرنٹر

ڈاکٹر الخلیل مشین پریس میڈیا پبلیشرز

نمبر ۲۸/۱۹۷۸ء

ممبران کو
خاص طور سے توجہ فرمادیں اور
قومی بھلائی اور ہمہ نگراری کے بارے میں سب ایک دوسرے کے مددگار ہو

آجکل ہر چار طرف تحفظ حقوق کا غل مچا ہوا ہے۔ اسکو دیکھتے ہوئے بعض سچے ہمدان قوم نے مسلم عورت کے
دینی حقوق کے تحفظ کی ہمت کی اور علمائے ایک فتویٰ حاصل کیا جو درج کتاب ہذا ہے اس میں ثابت کیا گیا
ہے کہ طلاق نکاح و نسب کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں مسلم عورت کے فیصلے مسلم حکام کے
محتاج ہیں۔ معدومے چند کو بطور نمونہ اس فتوے میں ظاہر کیا گیا ہے۔ ان میں غیر مسلم حکام کے فیصلے
مسلم جماعت کے لئے ناجائز اور ناقابل عمل ہیں لہذا گورنمنٹ سے احتجاج کیا گیا ہے کہ ایسے مقدمات کے
فیصلہ کرنے کیلئے مسلم حکام مقرر فرماوے جیسا کہ ۱۹۵۷ء سے قبل گورنمنٹ کا طرز عمل تھا اور جیسا کہ گورنمنٹ
بمقام سیکون اسکو منظور فرمایا ہے۔ اس احتجاج کے واسطے سب سے پہلے اسی چند سال قبل عالیجناب
آنریبل حاجی وجیہ الدین صاحب آمادہ ہوئے اور آپ نے اس کے لئے باقاعدہ کاغذات اور علماء کی تقریریں
اور لوکل گورنمنٹوں کی تائیدیں سب مان مہیا فرمایا۔ مگر مسلم جماعت کی بد قسمتی کہ مدوح کا زمانہ آنریبل
ختم ہو گیا اور زمانہ دگر گرد آئین نہاد کا ظہور ہوا اور سب کام پر مٹی پڑ گئی۔ اب دوبارہ اسکے لئے عالیجناب
حاجی حافظ محمد جمشید علی شاہ صاحب ایم۔ ایل۔ سی نواب باغیت دام اقبالہ نے ہمت فرمائی ہے۔
حاجی وجیہ الدین صاحب مدوح نے کل کاغذات نواب صاحب کے حوالہ فرمادئے اور نہایت اخلاص
کے ساتھ اس کی تائید میں کمر بستہ ہیں۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کام ایک شخص کے کرنے کا نہیں ہے فتوے کو پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ یہ کام کس قدر ضروری ہے اور ہر مسلمان پر اس کی اعانت واجب ہے داسے درمے قدم جس قسم کی اعانت جس سے ہو سکے اُس کو بموجب آیت مندرجہ ستر ضروری سمجھیں۔ اہل قلم اخباروں میں اس کا اعلان کافی طور پر کریں۔ اور واعظ صاحبان اس کی ضرورت عامہ مسلمین کو تقریر سے سمجھاویں اور اہل خیر مالی امداد دیں۔ اور ممبران کونسل سے ہم بالخصوص التماس کرتے ہیں کہ اس میں نواب صاحب کا ہاتھ بٹاویں۔ وما علینا الا البلاغ۔

نوٹ خط کتابت اور ارسال چندہ بنام حاجی عزیز الرحمن صاحب میس قصبہ ایچولی ضلع میرٹھ۔
یا بنام خادم قوم حکیم محمد مصطفیٰ مالک دار الشفاء مصطفائی میرٹھ محلہ کرم علی مکان نمبر (۹) ہونا چاہئے +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل بعض مسلمان ممبران کونسل گورنمنٹ یہ درخواست کرنے والے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے منصب قضا قائم کر دیا جائے اسکے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) کیا شرعاً مسلمانوں کے لئے منصب قاضی ضروری ہے۔

(۲) قاضی کی تعریف کیا ہے اور کون شخص قاضی بن سکتا ہے۔

(۳) کن کن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے۔

(۴) جن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے ان میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ معتبر ہے یا نہیں۔

(۵) اگر کسی جگہ کے مسلمان بطور خود اتفاق کر کے فسخ نکاح وغیرہ کے لئے کسی کو قاضی بنالیں

تو وہ قاضی شرعی ہو گا یا نہیں اور اسکے فیصلے ان معاملات میں جن میں قاضی کی ضرورت

ہے معتبر ہوں گے یا نہیں۔

(۶) اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے ہندوستان میں کسی مسلمان کو فسخ نکاح وغیرہ کے لئے قاضی

بنادے تو وہ قاضی شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں اور اسکے فیصلے فسخ نکاح وغیرہ میں معتبر ہوں گے یا نہیں۔

(۷) مسلم ممبران کونسل جو درخواست نصب قاضی کے متعلق کونسل میں پیش کرنے والے ہیں

اس میں عامہ مسلمین کو ان کے ساتھ اتفاق کرنا چاہیے یا نہیں اور اس معاملہ میں ہم کو کوشش

کرنا چاہیے یا نہیں۔ سائل..... (حاجی) عزیز الرحمن صاحب (رئیس) قصبہ پنجولی پٹنہ

الجواب

(۱) قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے جہاں قدرت ہو جیسے دارالاسلام

اور جہاں قدرت نہ ہو جیسے ہندوستان تو وہاں حکومت اسکے متعلق درخواست کرنا ضروری ہے۔

(۱) قال في البدائع فصب القاضى فرض لانه
 ينصب لا قامة مفروض وهو القضاء
 قال الله سبحانه وتعالى النبي المكرم عليه
 افضل الصلوة والسلام فاحكم بينهم بما انزل
 الله والقضاء هو الحكم بين الناس بالحق والحكم
 بما انزل الله عز وجل فكان نصب القاضى
 لا قامة الفرض فكان فرضاً ضرورياً وقد
 سماه محمد فريضته محكمة لانه لا يحتمل
 الانتساح والله تعالى اعلم اه ملخصاً (منها)
 (۲) في العالم الكبير والقضاء في الشرع قول
 ملزم يصدر عن ولاية عامة كذا في خزائن
 المفتين ولا تقم ولاية القاضى حتى يجمع
 في المولى شرائط الشهادة كذا في الهداية
 من الاسلام والتكليف والحرية وكونه غير
 اعشى ولا محذوراً في القذف ولا اصب ولا
 اعرس واما الاطرش الذى يسمع القوى
 من الاصوات فالاصح جواز توليته كذا في
 النهر (منها ج ۴) وفي الدر المختار القضاء
 شرعاً فصل الخصومات وقطع المنازعات
 واركانه سنة حكم ومحكوم به وله و
 محكوم عليه وحاكم وطريق واهله
 اهل الشهادة والفاسق اهلها فيكون
 اهله لكنه لا يقلد وجوباً وياً ثم مقلده
 كقابل شهادته به يفتى اه (ص ۶۲ ج ۴)
 من فاسق كقاضى نه بنى ابا جافى اور بنائے والا گنہ گار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنے والا

بدائع میں بیان کیا ہے کہ قاضی کا مقرر کرنا فرض ہے
 اسلئے کہ قاضی ایک فرض امر (یعنی) قضا کیلئے مقرر کیا
 جاتا ہے حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد
 فرمایا کہ لوگوں میں ان احکام سے فیصلہ کیجئے جو خدا تعالیٰ
 نے نازل فرمائی اور قضا لوگوں میں حق بات نازل
 کا امر کرنا ہے پس قاضی کا مقرر کرنا بغرض قامت فرض
 اسلئے فرض ہے اور (امام) محمد نے تو نصب قاضی کو فرض
 محکم فرمایا ہے جو نسخ کو بھی محتمل نہیں کیونکہ ان احکام
 سے ہر جنکا ضروری ہونا عقل سے بھی معلوم ہوا اور احکام
 عقلیہ محتمل نسخ ہوتے نہیں۔ (۲) عالمگیری میں ہے۔
 شریعت میں قضاء ایک سیاق و سباق میں ہے جو صفا ہوتا ہے
 (ایسے شخص سے جسکو) ولایت عامہ ہو اسی طرح خزائن المفتین
 میں ہے اور قاضی کی ولایت اسوقت تک صحیح نہ ہوگی
 تا وقتیکہ اس میں شہادۃ کے شرائط نہ موجود ہوں اسی طرح ہذا
 میں ہے اسلام مکلف ہونا آزاد ہونا نابینا نہ ہونا نہ تمت زنا
 میں نہز یافتہ نہ ہونا اور گونگا بہرہ نہ ہونا لیکن وہ بہرہ جو
 زور کی آوازوں کو سن سکتا ہو اصح مذہب ہے کہ اسکی ولایت
 جائز ہے (کذا فی النہر ص ۶۲) اور در مختار میں ہے قضاء شرع
 میں خصوصاً منازعات کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کا نام ہے
 اور اسکے چھ ارکان ہیں حکم اور محکوم یہ اور محکوم کہ (یعنی
 مدعی) اور محکوم علیہ (یعنی مدعا علیہ) اور حاکم اور قضا کا
 طریق اور قضا کے اہل۔ اہل شہادت ہیں اور فاسق
 شہادت کا اہل ہے تو قضا کا بھی اہل ہوگا (یعنی اگر قاضی
 بنا دیا جائے تو اسکا حکم نافذ ہو جائیگا) لیکن واجب ہے کہ
 من فاسق کو قاضی نہ بنایا جائے اور بنائے والا گنہ گار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنے والا

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی یعنی حاکم مسلم کے لئے صاحب حکومت ہونا رکن قضا ہے کہ جس مقام پر وہ قضا کرتا ہے وہاں پر اس کی ولایت اور حکومت عام ہو (گو کسی خاص فرقہ ہی پر ہو) اور گو خاص خاص معاملات میں ہی ہوا۔

قال فی رد المحتار شتم القاضی تنقید ولا یشترک بالزمان رد مختار میں لکھا کہ قاضی کی ولایت زمان والمکان والحوادث اھ (ص ۴۲ ج ۲) ومکان وحوادث کے ساتھ مقید ہوتی ہے۔

غیر صاحب حکومت قاضی نہ ہوگا اور صحت قضا کے لئے قاضی میں ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے مسلمان ہو۔ کافر نہو عاقل بالغ ہو آزاد ہو غلام نہ ہو سوانکھا آندھانہ ہو محدود فی القذت نہ ہو اور ہر گونگاہ ہو باقی اونچا سفتا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں اور ضروری ہے کہ قاضی عالم بھی ہو اگر مسلمان کو جو جاہل ہے قاضی بنا دیا جائے اور وہ مقدمات میں علماء سے استفادہ کر کے فیصلہ کر دے یہ بھی ممکن ہے مگر بہتر نہیں کیونکہ علماء کے جواب کو بخوبی سمجھنے میں جاہل سے کوتاہی ہوگی اور غلطی کریگا۔ اور عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کو قاضی بنا لینے سے مسلمان گناہگار ہوں گے جبکہ حکومت کی طرف سے ان کو انتخاب کا حق دیا جائے اور اگر فاسق کو قاضی بنا دیا جائے تو وہ قاضی ہو جاوے گا مگر فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں اور فاسق وہ ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور توبہ نہ کرے یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہو باقی جن مسائل میں قضا و قاضی یعنی حاکم مسلم کا ہونا شرط ہے جن کا ذکر آتا ہے ایسے مسائل میں حاکم کافر کا فیصلہ ہرگز کافی نہیں حاکم کافر کے فیصلہ سے نہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے نہ طلاق واقع ہو سکتی ہے نہ ثبوت نسب ہو سکتا ہے نہ مفقود کو میت کہا جاسکتا ہے۔ وغیرہ اذلت۔

(۳۷۳) شریعت محمدیہ اور ملت اسلامیہ میں بعض معاملات ایسے ہیں جن میں قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا فیصلہ معاملہ کو فیصلہ کر سکتا ہے حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کسی درجہ میں مفید نہیں ہو سکتا بلکہ شرعاً حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کالعدم اور غیر قابل اعتبار ہے۔ نمونہ کے لئے میں چند مسائل کا ذکر کرتا ہوں جن میں مسلمانان ہند کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

(الف) کسی لڑکی کا نکاح بلوغ سے پہلے اسکے ولی نے جو باپ دادا کے سوا ہو کر دیا اور بالغ ہونے پر لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں تو اس نکاح کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم چند شرائط کے ساتھ فسخ کر سکتا ہے حاکم غیر مسلم اگر فسخ کریگا تو وہ فسخ معتبر نہ ہوگا۔ شامی معہ رد مختار ص ۲۸۶ ج ۲۔ ۲۸۶ ج ۱ (ب) کسی بالغ عورت نے اپنا نکاح خاندانی مہر سے کم مقدار پر یا کسی غیر کفو سے بدوں رضائے ولی

کے خود کر لیا تو اصل مذہب میں خاندان والوں کو حق دیا گیا ہے کہ وہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں دعویٰ کر کے پہلی صورت میں مہر پورا کرالیں اور دوسری صورت میں نکاح فسخ کرادیں۔ (شامی معہ درمختار ص ۲۸۶ ج ۲ ط ۵۳ ج ۲) فسخ کرنا قاضی ہی کا یعنی حاکم مسلم کا کام ہے دوسرے کا نہیں۔

(ج) کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا یا بدیتی سے ہاتھ لگایا تو یہ عورت اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں رہی مگر نکاح اس وقت تک نہیں ٹوٹتا جب تک قاضی یعنی حاکم مسلم نکاح کو فسخ نہ کر دے یا زوجین خود قطع تعلق نہ کر دیں اور اگرچہ بعض دفعہ شوہر قطع تعلق نہیں کرتا تو بدوں قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ایسی عورت کو سخت تکلیف ہوتی ہے (شامی معہ درمختار ص ۲۶۲ ج ۲) (۱) شوہر نامرد ہو اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو اس نکاح کو ایک سال کی مہلت دینے کے بعد قاضی یعنی حاکم مسلم ہی فسخ کر سکتا ہے (عالمگیری ص ۱۵۴ ج ۲) بدوں قاضی یعنی حاکم مسلم کے ایسی صورت میں عنین کی بیوی کو سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

(۵) اسی طرح شوہر مجنون ہو جائے تو اس کے نکاح کو بھی قاضی یعنی حاکم مسلم ہی فسخ کر سکتا ہے (عالمگیری ص ۱۵۴ ج ۲) (۶) کسی عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے تو اس کی بیوی کو ایک خاص مدت کے بعد جسکی تحقیق کرتے مذہب میں ہے قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم ہی مفقود کے نکاح سے خارج کر سکتا ہے (عالمگیری ص ۱۵۶ ج ۳) (۷) اگر شوہر کسی رقت اپنی بیوی کو زنا سے متهم کرے یا اس کی اولاد کو غیر مرد کی بتلاوے تو عورت عدالت قاضی میں یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں رافعہ کر کے لعان کر سکتی اور اپنی ہتک حرمت کا بدلہ لے سکتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو شوہر کو اگر وہ جھوٹا ہو اس تہمت کی سزا ملے گی یا نکاح فسخ کر دیا جائے گا (عالمگیری ص ۱۵۱ و ۱۵۲ ج ۲)

(ح) اگر کسی نابالغ لڑکی کا کوئی ولی نہ ہو اور پرورش کے لئے جلدی نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی لاوارث لڑکیوں کا ولی قاضی یعنی حاکم مسلم ہے (عالمگیری ص ۱۵۱ ج ۲) بدوں قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ان مسائل میں مسلمانان ہند کو بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ ہم نے مدارس عربیہ میں ایسے سوالات کے جوابات میں علماء کو یہی لکھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اگر قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم مفقود کی موت کا حکم کر دے یا عنین کا نکاح فسخ کر دے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور قاضی شرعی نہ ہو یعنی حاکم مسلم نہ ہو تو عورت کو بجز صبر کچھ چارہ نہیں۔

(ط) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تیس طلاق دے کر یہ دعویٰ کرے کہ میرے ہوش و حواس کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ میں مدہوش یا مغلوب النفس تھا تو اس صورت میں عورت کو

شوہر کے اس قول کی تصدیق جائز نہیں بلکہ اس مقدمہ کا مرافعہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں لازم ہے اگر وہ اس طلاق کو طلاق تسلیم نہ کرے جسکے خاص شرائط ہیں تب تو عورت شوہر کے پاس رہ سکتی ہے ورنہ نہیں رہ سکتی (شامی مع الدرباب طلاق المدہوش جلد ۲)
(ی) کسی نے نکاح فاسد کر لیا تو اس نکاح کو قاضی یعنی حاکم مسلم فسخ کر سکتا ہے یا شوہر بیوی کو خود چھوڑ دے (عالمگیری ص ۲۰۷ ج ۲) اگر وہ نہ چھوڑے تو بدوں قاضی یعنی حاکم مسلم کے عورتوں کو اس حالت میں سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

یہ چند مسائل صرف باب نکاح کے بطور نمونہ کے عرض کئے گئے ہیں باقی ابواب نسب وقف و میراث وغیرہ میں جو مسائل قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے وجود پر موقوف ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں جن میں بدوں قاضی کے یعنی حاکم مسلم کے مسلمانان ہند کو سخت تکلیف ہے اور ان تکلیف کو وہ بدوں گورنمنٹ کے امداد کے حل نہیں کر سکتے کیونکہ قاضی یعنی حاکم کے لئے مسلم ہونیکے تحار صاحب حکومت بھی ہونا ضروری ہے اگر کسی جگہ کے مسلمان از خود کسی کو قاضی بنانا چاہیں تو وہ قاضی نہ ہوگا محض حکم اور ثالث ہوگا جس کا فیصلہ اسی وقت مفید ہو سکتا ہے جبکہ مدعی و علیہ دونوں اپنا معاملہ اسکے سپرد کر دیں اور اگر ایک فریق سپرد کرنا چاہے اور دوسرا نہ کرنا چاہے تو اس صورت میں ثالث اور حکم کا فیصلہ کسی درجہ میں معتبر نہیں۔

(نمبر ۴) عالمگیری میں ہے۔ شریعت میں قضاء ایسے قول واجب العمل کا نام ہے جس کا صدور ولایت عامہ سے ہو اور قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ انہیں شہادت کے شرائط موجود نہ ہوں جیسا کہ ہدایہ میں ہے اسلام اور تکلیف اور حریت فطرہ (ص ۱۰۱ جلد ۲)
اسی عالمگیری میں ہے جب ایک شہر والے کسی آدمی پر متفق ہو کر اسے قاضی بنالیں جو ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اس کا رد والی سے قاضی نہیں بنتا۔

قال فی العالمگیریہ والقضاء فی الشرع قول ملزم یصدر عن ولاية عامة ولا تصح ولاية القاضي حتى یجتمع فی المولی شرائط الشهادة کذا فی الهدایہ من الاسلام والتکلیف والحرية الخ ص ۱۰۱ ج ۲
وفیہا ایضاً واذا اجتمع اهل بلد علی رجل وجعلوه قاضیا یقضى فیما بینہم (ص ۱۰۲ ج ۲)

ان عبارات میں تصریح ہے کہ قاضی کے لئے مسلم ہونا صاحب حکومت ہونا شرط ہے اور یہ کہ کسی جگہ کے مسلمان از خود کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ صاحب حکومت قاضی وہی ہو سکتا ہے جو سلطنت کی طرف سے مقرر کیا جائے اس لئے گورنمنٹ کی امداد کے اس مسلمان

میں مسلمانان ہند سخت محتاج ہیں کیونکہ بدوں قاضی یعنی حاکم مسلم کے بعض مسائل میں ان کا دین برباد ہوتا ہے اور غیر مسلم حکام کا فیصلہ ان مسائل میں جو قضا قاضی یعنی حاکم مسلم کے فیصلہ کے محتاج ہیں محض بیکار اور کالعدم ہے اسلئے مسلمانوں کو پوری مستعدی کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرنا چاہئے کہ وہ ہندوستان میں منصب قضا کو قائم کر کے اپنی مسلم رعایا کو ان مشکلات سے نجات دے اور جب تک منصب قضا کے تجویز مکمل ہو اس وقت تک کے لئے کم از کم یہی قانون کر دیا جائے کہ جو مسائل قضا قاضی کے محتاج ہیں ان کا فیصلہ غیر مسلم حکام نہ کریں بلکہ ایسے مقدمات مسلم حکام ہی کے سپرد ہوں اور مسلم حکام کو ہدایت کی جائے کہ ان مسائل میں علماء سے صورت مقدمہ بیان کر کے شرعی حکم حاصل کریں اور شرعی فتوے کے مطابق مقدمہ کا فیصلہ کر دیں اور اپنے فیصلہ کے ساتھ عالم کے فتویٰ کو بھی نتھی کر دیں جیسا کہ تقسیم میراث و ترکہ کے مقدمات میں کبھی ایسا ہی کیا جاتا ہے اگر یہ صورت بھی ہو جائے تو مسلمانان ہند کی مشکلات میں کچھ کمی ہو جائے گی ہمیں قوی امید ہے کہ گورنمنٹ ہماری اس درخواست پر ضرور توجہ کرے گی اور اپنی مسلم رعایا کو شکر و امتنان کا موقع دے گی۔ واللہ المستعان فی کل باب ہو المیسر لکل صعب۔

(۵) قال فی الدرر و يجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجاوہر ولو كان كافرا اذ كره مسكين وغيره الا اذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيم اھ (ج ۲ ص ۲۶۸) وفي العالمگیریة والاسلام ليس بشرط ای فی السطاب الذی یقلد کذا فی التاج الخانیة اھ (مجلد ۲ ص ۱۶۸ جلد ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے کسی مسلمان کو قاضی بنا دے اور جن مسائل میں قضا قاضی یعنی مسلم حاکم کے فیصلہ کی ضرورت ہے ان میں اس کو فیصلہ کا اختیار دیے تو وہ شرعی قاضی ہو جائے گا اور اس کے فیصلے فسخ نکاح و ایقاع و طلاق و ثبوت نسب حکم موت و منقود وغیرہ میں نافذ ہونگے بشرطیکہ اس کو موافق حکم شرع فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے خلاف حکم شرع فیصلہ پر مجبور نہ کیا جائے۔

(۶) قال فی العالمگیریة واذا اجتمع اهل بلدة عالمگیری میں ہے جب ایک شہر والے کسی قاضی پر متفق ہوں

علیٰ رجل وجعلوه قاضياً یقضى فیما | اور اس کو اپنے مابین قضا کے لئے قاضی بنالیں
بینہم لا یصلیر قاضیاً (ص ۱۶۲ ج ۲) | تو اس سے قاضی نہیں بنتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں کسی جگہ کے مسلمان بطور خود بدوں گورنمنٹ کی اجازت کے اگر کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا کیونکہ اس کی ولایت عامہ نہ ہوگی البتہ حکم ہو جائیگا جسکا فیصلہ اسی وقت معتبر ہوگا جبکہ مدعی و مدعا علیہ دونوں رضامندی سے اپنے معاملہ کو اس کے سپرد کر دیں اور اگر ایک نے سپرد کیا اور دوسرے نے سپرد نہ کیا تو اس صورت میں حکم کا فیصلہ کالعدم ہے اور فریقین باہمی رضامندی سے اگر کسی کو حاکم بنالیں اور وہ موافق حکم شرع فیصلہ کر دے تو اسے بھی فسخ نکاح وغیرہ کا اختیار ہوگا اور اس کے فسخ سے بھی نکاح فسخ ہو جائے گا یعنی جب معاملہ سپرد کر دیا گیا اور فیصلہ تک حکم سے کسی فریق نے رجوع نہ کیا تو اب حکم کا فیصلہ بھی مثل فیصلہ قاضی کے لازم و نافذ ہو جائے گا۔ پھر کوئی فریق اس کو توڑ نہیں سکتا۔ بشرطیکہ فیصلہ موافق حکم شرع ہو۔

شامی میں ہے حکم کے لئے شرط ہے کہ وہ قضا کا اہل ہو ماسوا
حدود اور قصاص میں قضا کرے اسی شامی میں ہے سر بیچ بنانا
مدعی اور مدعا علیہ کا کسی کو اپنے اوپر حاکم مان لینا ہے کہ وہ سر بیچ
اُن کے درمیان بینہ یا اقرار یا انکار کی بنا پر فیصلہ کرے اور وہ
دونوں اس کے فیصلہ پر راضی ہوں اگر اس سر بیچ کے فیصلہ کرے
پیشتر اس کے حکم ہونے سے رجوع کر لیں یا خالی ایک ہی راضی رہے
ایک نہ رہے تو یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ شامی میں ہے حکم کا فیصلہ حدود
قصاص اور دیت کے سوا نافذ ہوگا کیونکہ حکم یعنی سر بیچ کا حکم
بمنزلہ صلح کے ہوتا ہے ان امور میں صلح جائز نہیں تو سر بیچ بنانا
بھی جائز نہ ہوگا اور اگر ایک شخص سر بیچ کو توڑ دے بعد تسلیم کر لینے
کے تو اس سے سر بیچ ٹوٹ جائیگی لیکن اگر نقص سے قبل اس نے
فیصلہ کر دیا تو فریقین پر لازم ہوگا اور اب ان کے معزول کرنے کی
وجہ سے اس کا حکم باطل نہ ہوگا کیونکہ وہ حکم ولایت شرعیہ
سے صادر ہوا۔

قال لشامی اما المحکم فشرطه اهلیة القضا
ویقضى فیما سوا الحدود والقصاص اه ۱۶۲ ج ۲
وفیه ایضاً التحکیم عرفاً تولیة الخصمین حاکماً
یحکم بینہما بینة او اقرار او نکول ورضیا
محکمہ الی ان حکم احترازاً عن الوردجا عن
تحکیمہ قبل الحکم او عا لورضی احدهما
فقط شامی صح لونی غیر حد وقود و دیت
علی عاقلہ (ان حکم المحکم بمنزلة الصلح
وهذا لا یجوز بالصلح فلا یجوز بالتحکیم
ویفتردا حدما بنقصه ای التحکیم بعد
وقوعه فان حکم لزمهما ولا یبطل حکمہ
بعض لهما لصلح وراہ عن ولایة الشریعة
(ص ۱۶۲ ج ۲) ت ت ت ت ت

(۷) جب یہ معاملہ ہو چکا کہ قاضی شرعی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ بعض معاملات میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں بلکہ حاکم مسلم کا فیصلہ ضروری ہے تو عامہ مسلمین پر ضروری ہو کہ وہ اپنی اس شرعی ضرورت کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے درخواست کریں کہ ہندوستان میں منصب قضا کو قائم فرما کر اپنی مسلم رعایا کو مشکلات سے نجات دے چونکہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی راحت رسانی اور بالخصوص مذہبی معاملات میں ہر طرح کی آسانی بہم پہنچانے کی ذمہ دار ہے اس لئے قوی امید ہے کہ یہ درخواست منظور ہوگی۔

نیز جو مسلم ممبران کونسل اس مسئلہ کو کونسل میں پیش کرنے والے ہیں ان کے ساتھ سب مسلمانوں کو اتفاق رائے ظاہر کرنا چاہئے اور ہر ضلع کے مسلمانوں کو اپنی طرف سے الگ الگ اس مسئلہ کی ضرورت ظاہر کرنا چاہئے کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے جو بے توجہی اب تک اس مسئلہ پر ہوئی ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اس کو ہنوز ضرورت کے اطلاع اہمیت کے ساتھ کسی نے نہیں کی ضرورت پر مطلع ہو کر امید ہے کہ گورنمنٹ بہت جلد مسلمانوں کے حال پر توجہ فرمائے گی۔ فقط

کتبہ الاتقر عبد لکریم گتھلوی کرنا لی غفی عنہ

۱۲۔ ہوا الموفق مسلمانوں کے اُن منازعات باہمی رفع کرنے کے لئے جن میں قاضی کا حکم کرنا شرائط سے ہے قاضی (یعنی حاکم مسلم) کا مقرر کرنا نہایت ضروری ہے اور قاضی کے لئے ضروری ہے کہ صاحب حکومت ہو پس جس کو مسلمان باہمی اتفاق کے ساتھ قاضی بنائیں گے وہ قاضی نہ کہلائیگا ہاں گورنمنٹ کا مقرر کردہ حاکم مسلم قاضی شرعی کے حکم میں ہوگا اور اس کے احکام شرعاً قابل نفاذ ہونگے لیکن چونکہ قاضی بنائے جانے کا وہی اہل ہے جو شاپر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے بد مذہب اگر مقرر کیا گیا تو وہ صحیح معنی میں قاضی نہ کہلائے گا اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس کا انتخاب علمائے اہل سنت کے ہاتھ میں ہوتا کہ وہ باہمی اتفاق کے ساتھ ایسے شخص کو پیش کر سکیں جو قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

محمد مظہر اللہ غفرلہ۔ امام مسجد فتحپوری دہلی

۲۳ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

(۸) ہوا الموفق۔ ہندوستان میں منصب قاضی کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور محکمہ قضا قائم نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں جو ہولناک مصائب پیش آرہے ہیں ان کا احصاد شوار ہے۔ جوابوں میں نمونے کے طور پر چند شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے بھی منصب قضا کے لئے اب تک کوئی منظم سعی نہیں کی مگر اب ضرورت اتنی روشن

ہو گئی ہے۔ کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ سے پُر زور درخواست کرنے اور گورنمنٹ کی جانب سے اس کے منظور اور جاری کرنے میں مزید توقف کا ہرگز موقعہ باقی نہیں رہا۔ ہزاروں عورتوں کی جانیں خطرے میں ہیں جن کا علاج محکمہ قضا کے سوا کوئی قطعی طور پر نہیں ہو سکتا۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ
(۸) مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت العلماء کی رائے گرامی سے مجھے کلی طور پر اتفاق ہے فقط
مناظر حسن گیلانی۔ پروفیسر کلیہ عثمانیہ حیدرآباد

(۵) میں بھی اس مضمون کی تصدیق و توثیق کرتا ہوں۔ اشرف علی۔ ۳۰ صفر ۱۳۳۷ھ
(۶) جواب بالکل صحیح ہے۔ اور احقر اس بارہ میں مستقبل رسالہ "القول الماضي في نصب القاضي"
لکھ چکا ہے۔ جو قابل ملاحظہ ہے۔ اشرف المطالع تھانہ بھون سے ملیگا۔ فقط ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

(۷) ہوا منصوب محکمہ قضا کی اہمیت بہت واضح ہو چکی ہے۔ اب گورنمنٹ سے اس کی منظوری
حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے وسطے کوئی گہری انتظار کی باقی نہیں رہی۔ بہتر سے
ایسے مسائل ہیں جن کا حل محکمہ قضا پر موقوف ہے۔ اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے اصلاحی
صور میں پائمال اور برباد ہو رہی ہیں اگر موجودہ حالت مسلسل رہی تو پھر خدا معلوم مسلمانوں
میں کیا قیامت برپا ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان اس فریضہ ہتم بالشان کے لئے
کمال جدوجہد سے کام لیں۔ نیز فاضل مجیب کے سوالات کو بوجہ حسن حل کر دیا ہے۔

اور محکمہ قضا کی ضرورت کو بھی خوب واضح کر دیا ہے۔ عبدالرحمن مدرس دوم مدرسہ نغمانیہ امرت سر۔
(۸) محکمہ قضا اسلام میں اہم الاہم ہے۔ لہذا گورنمنٹ اس امر کی طرف ضرور بالضرور توجہ مبذول
کرے ورنہ امور موقوفہ علی القضا جیسے مسلمانوں کے منصب قضا سے غفلت کی وجہ سے
اب تک پائمال تھی۔ اب حکومت کی عدم توجہ کی وجہ سے رہیں گے۔ جو کہ رعایا پروری کے
خلاف ہے۔ عبدالکبیر مدرس مدرسہ نور الحق امرت سر۔ نذاہوا الحق الصریح و ہوا حق بالاتباع۔

(۹) نذاہوا الحق و بالاتباع الحق۔ محمد یوسف امام مدرس مسجد بابو علی بخش امرت سر۔ نور احمد عفی عنہ
(۱۰) محکمہ قضا کی ضرورت میں کسی کو کلام نہیں۔ اس کی اجراء میں بیشمار مصالحتیں ہیں نمونہ کے طور پر
فاضل مجیب کے کچھ ظاہر فرما دیا ہے۔ اس میں کوشش کرنا بہت بڑا جہاد ہے۔ اور اہل اسلام اگرچہ
ہے۔ انا احقر الزمن محمد حسن عفی عنہ مدرس اول مدرسہ نغمانیہ امرت سر واقع مسجد خیر الدین مرحوم

(۱۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَوَسْلَامٌ عَلَىٰ عِبَادَةِ الدِّیْنِ الْمُسْتَفِیِّ۔ اَمَّا بَعْدُ
واقعی محکمہ قضا کا قائم ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور ختم بالشان امر ہے۔ بہت مسائل ضروری
اور واقعات موجودہ کا فیصلہ قضا پر موقوف ہے۔ لہذا بہت ضرور ہے۔ کہ سربراہ اور دکان
اسلام گورنمنٹ عالیہ سے پرزور درخواست کر کے اس کو منظور کرا دیں۔ اور گورنمنٹ کے
فرائض میں سے ہے۔ کہ مسلمانوں کے معاملات کے فیصلہ کرنے کے لئے نصیب قضا کا انتظام
کرے اس میں توقف کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے وہ معاملات جو قضا قاضی پر
موقوف ہیں بوجہ نہ ہونے قاضی کے ناتمام ہتے ہیں۔ فقط عزیز الرحمن عفی عنہ از دیوبند
۴ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

(۱۳) درحقیقت ظالم اور بے رحم شوہروں کی اصلاح مظلومہ اور ستم رسیدہ خاتونوں کی فلاح
ناواقف اور جاہل قاضیوں کے دام جہالت سے بچنے کی تدبیر و راہ صرف اسی میں ہے۔ کہ
از جانب حکومت با اختیار اور شرعی قاضی یعنی حاکم مسلم مقرر کئے جائیں۔ فقط
احقر ظہور الحق خطیب جامع مراکے شیخ اٹا وہ

(۱۴) الحق قاضی کی ضرورت دالہیت و شرائط کے متعلق جو کچھ حضرت مجیب نے تحریر فرمایا سنجیدہ
درست اور صحیح ہے۔ نہایت ضروری ہے کہ نصیب قاضی شرعی کی طرف توجہ گورنمنٹ مبذول کرانے
میں جان توڑ کوشش کی جاوے کہ یہ اس کی جماعت مسلمین کثر ہم اللہ تعالیٰ ایک جسم ہے گویا جس کا
سر نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یَجْلَدُ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْ یٰلٰی اَمْرَہَا وِیَجْمَعُ شَمْلَہَا وَہُوَ حَسْبُنَا وَ
نَعْمَ الْوٰکِیْل۔ حررہ عبدہ العاصی محمود بریلوی صدانہ اسد عثمانیہ الوارد فی الحال فی اٹا وہ

(۱۵) نصیب محکمہ قضائی شرعی کے متعلق گورنمنٹ کی توجہ مبذول کرانی نہایت ضروری ہے اس میں
مسلمانوں کی بہتری اور اصلاح مضمر ہے۔ فقط العبد ظفر حسین ہید مولوی اسلامیہ فی اسکول
اٹا وہ کان اللہ۔ سید محمد منور علی عفی عنہ۔ محمد قاسم ساکن بلیا مقیم حال اٹا وہ۔ بقلم خود

(۱۶) وہاں موفق للجواب۔ ہمارے ملک میں قاضیوں کی منجانب حکومت مقرر کرنے کی نہایت
ضرورت ہے۔ جیسا کہ فاضل مجیب صاحب نے اپنی تحریر میں محض مسائل کی تفصیل بیان کر کے ثابت
کیا ہے۔ یہاں اس وقت ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں درپیش ہیں۔ جن کا تصفیہ بغیر
نصیب قاضی ناممکن ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ قاضی کا تقرر جب ہی مفید اور اثر انداز ہو سکتا ہے
جب کہ منجانب حکومت ہو پس تمام مسلمانوں کو متفقہ طور پر اس کی پرزور کوشش کرنی چاہیے۔

ہاں انتخاب تاقضی کے لئے ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ جو مجیب نے مصرح بیان کر دی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ ہند سید حمید الدین غفرلہ ہتھم مدرس مدرسہ عربیہ گلاؤنٹی ضلع بلند شہر ربيع الاول (۱۶) المجیب مصیب۔ احقر عبدالحق سلمہ الحق خویدم الطلبة۔ مدرسہ عربیہ گلاؤنٹی ضلع بلند شہر۔ (۱۸) نقد اصواب من اجاب۔ احقر العبد بشیر احمد غفرلہ اللہ الاھد مدرس مدرسہ منبع العلوم قصبہ گلاؤنٹی ضلع بلند شہر۔ الجواب الصحیح والمصیب مصیب۔ ہندہ ابرار احمد غفرلہ الصمد مدرس مدرسہ منبع العلوم قصبہ گلاؤنٹی ضلع بلند شہر۔

(۲۰) باسمہ سبحانہ۔ مجیب علامہ نے مسئلہ نصب قضا کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا بالکل حق اور صحیح حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلم پبلک کو منصب قضا کے نہ ہونے کی بدولت آئے دن جن مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں اور ان کا صحیح اندازہ کبھی ہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو رذر مرقہ فتویٰ نویسی کا اتفاق رہتا ہے۔ آج ہندوستان کے طول عرض میں ہزار ہا کی تعداد میں ایسی عورتیں موجود ہیں جو محض منصب قضا کے نہ ہونے کی وجہ سے بیشمار مصائب روحانی و جسمانی کا شکار ہو رہی ہیں۔ اور بار بار دیکھا گیا ہے۔ کہ کبھی ہی مصائب ان کو خود کشی پر بھی مجبور کر دیتے ہیں ایسی حالت میں نصب محکمہ قضا کے لئے گورنمنٹ سے استدعا کرنا اور اس کے کامیاب بنانے میں ہر ممکن سعی کرنا مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے۔ جو صاحب اس تحریک میں سعی فرمائیں گے۔ عند السراج عظیم کے مستحق ہوں گے۔ فقط خاکسار محمد منظور افغانی غفرلہ فادم التدریس مدرسہ عالیہ اسلامیہ چلہ امروہہ ۹ ربيع الاول ۱۳۷۶ ھجری نبوی

(۲۱) الجواب صحیح اب۔ انوار الحق غفرلہ مدرسہ محلہ چلہ امروہہ۔ ضلع مراد آباد۔ اصائب من اجاب فضل احمد مدرس مدرسہ عربیہ محلہ چلہ امروہہ ضلع مراد آباد۔

(۲۳) محکمہ قضا کا مطالبہ گورنمنٹ سے موجودہ حالت میں نہایت ضروری ہے علماء کرام کو اس کے حاصل کرنے کی متفقہ کوشش کرنی لازمی ہے۔ ہند محمد نعیم عفار اللہ عنہ خلف مولانا عبداللہ صاحب مفتی لودھیانہ پنجاب (۲۴) قیام محکمہ قضا ضروریات دین میں سے ہے اس لئے اس کا مطالبہ آج سے بہت پہلے ہونا چاہئے تھا مگر اس وقت تو پہلے سے ضرورت بہت زیادہ محسوس ہوئی ہے۔ لہذا اہل اسلام کو اس کی تفصیل میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد عبداللہ حنفی مفتی مدرسہ عزیز یہ لودھیانہ خلف مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم بلیہ والے۔

(۲۵) محکمہ قضا کی ضرورت عامہ فی زمانہ کسی اہل دین پر مخفی نہیں ہے۔ جزئیات مذکورہ کے

علاوہ بہت سے مسائل عقود و فسوخ محکمہ قضا پر موقوف ہیں جن کے لئے قاضی شرعی ضروری ہے۔ چونکہ اکثر جزئیات میں عامۃ الناس فہم نہیں رکھتے لہذا اس کا انتخاب اور قاضی کا تقرر علماء کے سپرد ہونا چاہئے۔ فقط بندہ رحمت علی بانی مدرسہ قاسمیہ لودھیانہ۔ احمد حسن عفی عنہ ہتھم مدرسہ ام المدارس۔ تعلیم القرآن لودھیانہ۔ پنجاب

(۲۶) مسلمانوں کے لئے قاضیوں کا نصب کرنا سخت ضروری ہے۔ بغیر اس کے ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی و بال بھالی ہے۔ علاوہ مضامین اور خطبات کے میں نے مجلس نکاح و طلاق مجوزہ حکومت متحدہ (یو۔ پی) کی ایک جماعت کے صدر کی حیثیت سے مجلس مذکور نے جو اخلاقی روداد لکھی ہے۔ اور جس پر مولانا کفایت اللہ صاحب صد جمعیتہ العلماء ہند دہلی اور مولانا قطب الدین۔ عبدالوالی صاحب قرنی محلّی کے دستخط ہیں۔ اس میں بہ تصریح حکومت سے قضا کے تقرر کا مطالبہ کیا ہے۔ اور عبارات فقہ اور واقعات سے اس کی ضرورت ثابت کی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اس کے لئے اب باقاعدہ تحریک اور جدوجہد کی حاجت ہے۔ سید سلیمان ندوی

(۲۷) ہندوستان میں قاضی شرعی کا ہونا ضروری امر معلوم ہوتا ہے۔ اس سے بہت سے منافع کی تنقید اور مضار کا انسداد ہو جائیگا۔ بندہ فخر الدین عفی عنہ گنگوہی۔ بندہ عبدالمجید عفی عنہ نقادوی مقیم حجرہ شریفہ رشیدیہ قدس بہ گنگوہ۔ عزیز حسین ہتھم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ۔ منظور احمد رام پوری مقیم گنگوہ۔ محمد مسعود احمد بقلم خود۔

(۲۸) باللہ التوفیق۔ اس میں شک نہیں کہ شریعت محمدیہ زہرا اور ملت اسلامیہ عزا میں اب نکاح، طلاق، نسب، وقف وغیرہ کے کثیر التعداد مسائل اور کثیر الوقوع حوادث اور باہمی نزاعات کا فیصلہ قاضی شرعی کے وجود پر موقوف و مشروط ہے۔ لہذا ایسی حالت میں سلطنت کی طرف سے محکمہ قضا کا قائم ہونا اور ہر شہر کے واسطے ایک ایسا شخص جو عالم و عادل۔ فہیم مبصر۔ سنی کا مقرر ہونا اشد ضروری اور اہم ہمت سے ہے۔ اہل اسلام کا فرض ہے۔ کہ اس کے لئے متحدہ کوشش اور سعی بلیغ فرمائیں۔ تاکہ آئندہ مسلمانوں کو امور مذہبی میں ناقابل برداشت مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ واللہ المستعان۔ محمد نور الحسین الرافضی کان اللہ۔

(۲۹) اس میں شک نہیں کہ بہت سے مسائل شرعیہ ایسے ہیں جو بغیر قضا و قاضی کے طے نہیں ہو سکتے اہل اسلام کو چاہئے کہ انتہائی کوشش کر کے حکومت سے قاضی کو مقرر کرائیں تاکہ وہ مسائل جو قضا پر موقوف ہیں طے ہو سکیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ محمد معوان حسین الحمیری المجدی مدرسہ

(۳۵) بیشک تقرقاضی کی از حد ضرورت ہے۔ محمد ریحان حسین العمری المجدی مدرسہ ارشاد العلوم واقع ریاست رامپور محلہ چاہ شور۔ احقر حامد علی کان اللہ

(۳۶) بیشک تقرقاضی موافق شریعت زہر ضروری ہے۔ حررہ حمید اللہ المکرم مدرسہ ارشاد العلوم رامپور۔

(۳۷) بلاشبہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات کو مد نظر رکھتے ہوئے تقرقاضی کی سخت ضرورت ہے اگر اس طرف حکومت کی توجہ مبذول ہو تو اہل اسلام کو چاہئے کہ تقرقاضی کے لئے حکومت میں اپنی انتہائی سعی و کوشش کے صرف میں کسی طرح انماض نہ فرمائیں۔ و علی اللہ التکوان از خیر من اعان۔ خاکسار عبداللہ رضوی جہادی عفا عنہ الباری مدرسہ ارشاد العلوم رامپور۔

(۳۹) الجواب۔ نصب قضا ایک نہایت ہی اہم اور ضروری مسئلہ ہے جس کے لئے مسلمانوں کو پُر زور اور منظم سعی کرنے کی ضرورت ہے۔ شرعی قاضی نہ ہونے سے آئے دن مسلمانوں کو صد ہا مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ غیر مسلم عدالتیں جن کو ان مسائل کے تصفیہ کا کوئی حق نہیں۔ اور نہ ان کا فیصلہ ان معاملات میں کوئی معتبر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ دہرادہر مسلمانوں کی محنت کا فیصلہ کرتے رہتے ہیں۔ اور بیچارہ مسلم مجبوراً ازراہ نادانی ان محاکمات کے سامنے ہر تسلیم خم کر دیتا ہے جس سے تمام عمر فریقین کی شرعی حرام میں کٹتی ہے۔ اور شرعی قاضی نہ ہونے کی بدولت عمر بھر مبتلا سے حرام رہتا ہے۔ نمونہ کے طور پر مجیب نے چند مسائل بیان کر دیئے ہیں۔ ورنہ ان سے صد ہا مسائل کا انفصال بدون نصب قضا ناممکن ہے۔ واللہ اعلم حررہ فخر الدین احمد غفرلہ مدرسہ شاہی مسجد شاہی (۴۰) واقعی نصب قاضی کی اشد ضرورت ہے۔ محمد قدرت اللہ مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد۔

الجواب اجود است۔ محمد مجیب نور غفرلہ مدرسہ شاہی مراد آباد۔

(۴۱) الجواب واقعی نصب قضا کی اشد ضرورت ہے۔ تمام مسلمانوں کو عموماً اور ممبران صاحبان کو خصوصاً متفقہ طور پر کوشش کر کے گورنمنٹ سے استدعا کرنی چاہئے۔ کہ وہ جلد از جلد ہندوستان میں نصب قضا قائم کر کے مسلمان رعایا کی مشکلات کا ازالہ کر کے مشکوری کا موقع دے۔ فقط واللہ اعلم و علمہ اتم۔ کتبہ العبد الضعیف محمد سلیم الدین احمد غفرلہ۔

معین مفتی و نائب تاسی مدرسہ الغزالی قاسم العلوم واقع رامپور۔

(۴۲) قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو کئی دن جن دنوں کا سامنا ہوا ہے وہ سارا نیک ہے وقت وہ اظہر من الشمس ہے اس لئے موجودہ حکومت اس مہم کی درخواست کر کے منصفیہ کا تعین از سر ضروری ہے اور وہ حضرات جو اس میں ملیں گے فرما رہے ہیں۔ بلاشبہ اجر عظیم کے مستحق ہیں۔ کتبہ ابو سعید عبدالقدوس عفا عنہ مدرسہ شاہی مراد آباد۔

(۴۳) ہوا الموفق۔ جوابات قدر کفایت بالکل صحیح ہیں۔ اصول شریعت اسلامیہ کے مطابق ہیں۔ بیشک نکاح و طلاق و سنہ و میراث کے مسائل عموماً ایسے ہیں جن کے فیصلہ و تنفیذ و تعمیل کے لئے قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم عالم و منیات کا ہونا ضروری ہے اور اکثر اہم صورتوں میں قضا قاضی شرط لازمی ہے۔ جس کے بغیر شرعی فیصلہ ناممکن ہے۔ یقیناً محکمہ قضا اور قاضی شرعی کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانان ہند کو اسلامی اصول معاشرت میں سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ لہذا گورنمنٹ کی خدمت میں محکمہ قضا کی استدعا نہایت ضروری اور حق مذہبی ہے۔

فقیر ظفر حسین چشتی فاروقی مدرس عربی اسلامیہ کالج دھاکہ۔ ۸ ستمبر ۱۹۲۸ء

(۴۴) بیشک ہندوستان میں قاضی شرعی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ مطیع الرحمن عفی عنہ مدرس عربی اسلامیہ کالج دھاکہ۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۸ء

(۴۵) مضمون فتویٰ ہذا سے بندہ موافق ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ کے کرم سے امید ہے کہ اس کو منظور فرما دیں۔ الراقم محمد برات عفی عنہ اہم سیدی نواب صاحب دھاکہ و ناظم مدرسہ اسلامیہ دھاکہ۔ (۴۶) ہوا الموفق۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی ضروریات کے لحاظ سے مسلمان قاضی کا مقرر کرنا احکام شرعیہ کے مطابق نہایت ضروری ہے۔ شرعی قاضی نہ پائے جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت دقتیں پیش آتی ہیں۔ فقط محمد عمر عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد ذاکر عفا اللہ عنہ۔ (۴۷) مسلمانوں کے مذہبی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے اس زمانہ میں اکثر ایسے شرعی معاملات درپیش ہو جاتے ہیں۔ جن میں اشد ضرورت مسلمان قاضی کی ہوتی ہے۔ بغیر قاضی کے بہت دقتیں پیش آتی ہیں۔ خلیل احمد سلونی عفی عنہ۔

(۴۸) شرعی قاضی یعنی ولی مسلم کا ہونا بعض مسائل شرعیہ کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے حفیظ الرحمن عفی عنہ۔ (۴۹) مذہبی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے قاضی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ شفاق احمد عفی عنہ۔ (۵۰) بعض مسائل شرعیہ میں شرعی قاضی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو گورنمنٹ سے اس کے لئے درخواست کرنی بہت ضروری ہے۔ شفاق احمد عظمی عفی عنہ۔ (۵۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی ضروریات کے لحاظ سے قاضی کا اس زمانہ میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ ثناء اللہ عفی عنہ۔

(۵۲) بعض مسائل شرعیہ میں قضا قاضی کی اشد ضرورت پڑا کرتی ہے۔ اس لئے قاضی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ سید محمد احق عفی عنہ الہ آبادی۔

(۵۴) بعض مسائل شرعیہ مثلاً فسخ نکاح وغیرہ میں شرعی قاضی کی نہایت ضرورت ہوتی ہے اس لئے قاضی ہونا چاہیئے۔ محمد مجب اللہ عفی عنہ۔

(۵۵) فسخ نکاح و دیگر مسائل ضروریہ میں قاضی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے شرعی قاضی کا تقرر از بس ضروری ہے۔ احمد الدین عفی عنہ الہ آبادی۔

(۵۶) محکمہ قضاہ رہنے کی وجہ سے بعض مسائل میں مسلمانوں کو سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو گورنمنٹ سے اس قسم کی درخواست کرنی از بس ضروری ہے۔ محمد یوسف عفی عنہ۔

(۵۷) شرعی قاضی کا تقرر بہت ضروری ہے مسلمانوں کو اس میں کوشش کرنی چاہیئے۔ عبدالحکیم غفرلہ۔

(۵۸) بعض امور شرعیہ کے حل میں بغیر کسی شرعی مجاز شخصیت کے بسا اوقات بے انتہاد اذیتیں پیش آتی ہیں۔ اس لئے کسی قاضی کا تقرر ہونا ضروری ہے۔ محمد حسین حسینی المصباح غفرلہ۔

(۵۹) بعض مسائل شرعیہ کے لئے قاضی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے گورنمنٹ سے تقرر قاضی کی درخواست کرنا لازمی ہے۔ اسحاق علی عفی عنہ۔

(۶۰) بلاشبہ قاضی شرعی کی مسلمانوں کو ہندوستان میں شدید ضرورت ہے اور گورنمنٹ سے منصب قضاہ کے لئے پر زور استدعا لازمی ہے۔ کہ اس کے بغیر ہزار ہا مسلمان عورتوں کی جان و آبرو سخت خطرہ میں ہے۔ جیسا کہ تحریر بالا سے واضح ہو گیا۔ اور فرید تشریح کی حاجت نہیں رہی فقط۔ عاشق الہی عفی عنہ میرٹھ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ ہجری

(۶۱) نحبہ و نصی علیہ رسولہ الکریم۔ اما بعد (۱) عہدہ قضاہ احکامات الہیہ کے نفاذ کا نام ہے۔ جس کی شریعت اسلامیہ میں ہر آن ضرورت ہو زمانہ سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاحکمکم بما انزل اللہ پر مامور ہو کر منصب قضاہ کی عملاً تکمیل فرماتے رہے صحابہ کرام و خلفائے عظام نے بھی حضوکا متبع کیا۔ خلفائے بنی امیہ و عباسیہ وغیرہ نے عہدہ قضاہ کے قیام سے اسی سلسلہ کو باقی رکھا۔ غرض کہ جمہور اہل اسلام

تقرر عہدہ قضاہ کو فرض و لازم سمجھتے چلے آئے ہیں۔ امام محمد نے منصب قاضی کو فرض محکم بتایا ہے۔

(۲) قاضی صاحب حکومت ہونا چاہیئے۔ قاضی کی شرائط میں اسلام۔ عاقل۔ بالغ۔ حر۔ غیر محدود فی القذف ہونا داخل ہے۔ جس میں یہ شرائط نہیں پائی جائیں گی وہ عام نہیں ہو سکتا

(۳) ولایت نابالغ۔ فسخ نکاح۔ منقود الخیر۔ فسخ نکاح مجنون۔ فسخ نکاح فاسد وغیرہ ایسے معاملات ہیں۔ جن میں قضاہ قاضی کی ضرورت ہے۔

(۳) معاملات مذکورہ بالا میں شرعاً غیر مسلم حاکم کا فیصلہ قابل عمل و نفاذ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ احکامات اسلامیہ سے ناواقف ہے۔ اور اگر جزوی طور پر واقف بھی ہو تب بھی یہ وقفیت عدم وقفیت ہی کے مرادف ہوگی۔ اس لئے کہ قاضی کے لئے اجتہاد بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ وَ يَجُوزُ مِنْ اَهْلِ اِلَا حَيْثُ هَاد

(۵) اگر مسلمان از خود قاضی منتخب کر لیں تو شرعاً وہ قاضی نہ ہوگا۔ کیونکہ ولایت ایسے قاضی کو حاصل نہ ہوگی (۶) قاضی اگرچہ حاکم جابر یا غیر مسلم کی طرف سے مقرر کیا جائے۔ اُس کا نصب جائز اور اُس کے احکامات قابل عمل و نافذ ہوں گے۔ شریعت اسلامیہ میں ایسے قاضی کو قاضی متصور کیا ہے ہدایہ میں ہے اَنْ يَجُوزَ التَّقْلِيدُ مِنَ السُّلْطَانِ اِنْ جَانِزَ كَمَا يَجُوزُ مِنَ الْعَادِلِ۔

(۷) نصب قضا کے لئے گورنمنٹ سے درخواست کرنا اور اُس کے لئے ہر امکانی جدوجہد کرنا مسلمانان ہند کا فرض مذہبی ہے۔ ہر مسلمان کو ان ممبران سے موافقت کرنا چاہیے جو اس کے لئے سعی ہیں ایسے ممبران حقیقتاً عامۃ المسلمین کا حق نمایندگی ادا فرمائیں گے۔ اور ان کی آواز عامہ المسلمین کی آواز ہوگی۔ والٹر ایلیم بال صواب۔ حررہ محمد عبدالصمد مقتدری بدایونی، ربیع الاول ۱۳۸۵ھ (۴۴۴) بیشک منصب قضا اسلام کے احکام سے ایک ضروری حکم ہے خصوصاً ہندوستان میں اُس کی اشد ضرورت ہے۔ وقت کا حاکم ضابطہ اگرچہ غیر مسلم ہو ایسے منصب کا تقرر کر سکتا ہے محمد عبدالسلام عفی عنہ مدرس اعلیٰ مدرسہ دارالعلوم شمس العلوم بدایونی۔

(۶۲) اَلْمُتَّحِدَاتُ خَالِفَاتُ حَقِّ خَلِائِفَةِ النَّبَاِ طَلَبُ بَا طِلَال۔ بیشک ہندوستان میں بہت سے نکاح آج ہو جاتے ہیں جو اہل ہند اپنے قرابت دار چھوٹے چھوٹے بچوں کا ان کی صغر سنی میں کر دیتے ہیں تو ان میں بعض عورتیں جو ان ہونے کے بعد اُس نکاح سے ناخوش ہوتی ہیں۔ اور جدائی چاہتی ہیں۔ مگر جدائی کی ان کو کوئی سبیل نہیں ملتی۔ لہذا ان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ان میں بعض جرموں (خودکشی) و حرام کاری کی ترکیب بھی ہو جاتی ہیں۔ اور اسی طرح مفقودہ لاپتہ کی بیوی بھی ہمیشہ مصیبت میں گرفتار رہتی ہے۔ پس علاوہ دیگر امور ضروریہ کے خود بھی دو صورتیں ایسی ہولناک ہیں کہ ان پر نظر کرنے کے بعد ہر ذی شعور و فہم سلیم والا آدمی کانپ اٹھتا ہے اور ان مصیبت زدوں کی چارہ جوئی کے واسطے دل و جان سے رہائی کی کوشش و سعی کرنا چاہتا ہے۔ پس گورنمنٹ عالیہ چونکہ ہمیشہ سے اپنی رعایا کی بہبود کی طرف توجہ مبذول فرماتی رہتی ہے۔ تو ان مصیبت زدہ اپنی رعایا کے افراد کو ایسی ایسی ضرورتوں کا احساس فرا کر

رہا فرمانے کے لئے انصب قاضی کو بالیقین اہم اور لازم تصور فرما کر علماء شریعت محمدی کی رائے سے
اہل علم شرع قاضیوں کو ان ضروری فیصلجات کے واسطے ہندوستان کے تمام اطراف و اکناف میں
مقرر فرمانے میں کافی توجہ فرما کر ان مصیبت زدہ لوگوں کو اپنے لئے دعا گو بنا کر منصب عظمیٰ
کو ادائے فرض منصبی سے فرین فرمائے گی۔ بندہ ضعیف محمد عبداللطیف عفا عنہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۴

واقعی امور مندرجہ جواب کے واسطے انصب قاضی کی ضرورت ہے۔ احقر محمد عبدالرحمن عفی عنہ۔
(۶۴) ہوا کوفق۔ واقعی مسلمانوں کے لئے انصب قاضی نہایت ضروری اور ایسا فرض ہی
ہے کہ بدون اس کے ان احکام شرعیہ میں جن کا نفاذ بغیر قضا قاضی کے ہو ہی نہیں سکتا۔
سخت خلل واقع ہونے سے ہماری مذہبی آزادی بالکل نقصان میں ہے اور قاضی وہی شخص ہے
جو بادشاہ وقت کی جانب سے بولایت نامہ فعل خصوصیات کے لئے مقرر کیا گیا ہو جسکے لئے مسلم و
عاقل و بالغ و آزاد و مینا و مشنوا و گویا اور فصل خصوصیات پر قادر ہونا اور عہد و فی القذف نہونا
ضروری ہے اور فاسق و جاہل کو قاضی بنانا داب و رعایت منصب قضاء کے خلاف ہے اور
ایسی تحریک پر مسلمانوں کے سر و بال مصیبت رہیگا۔ اور ایسے معاملات میں قضا قاضی کی ضرورت
سمجھی گئی ہے جنکو مجیبیب سے دس شکلوں میں تشیلا بیان کیا ہے اور انکے علاوہ بھی میراث و وقت
وغیرہ کے متعلق بہت سی صورتیں ایسی نکلتی ہیں جن کا انفصال قاضی ہی کر سکتا ہے اور ان
معاملات میں جنکے انفصال میں قاضی کی ضرورت ہے کسی حاکم غیر مسلم کا فیصلہ معتبر نہیں۔ کہا ہو
مصرح فی غیر واحد من الکتب الفقہیہ۔ اور کسی جگہ کے مسلمانوں کا کسی شخص کو بطور خود قاضی
بنالینا کافی نہیں بلکہ بادشاہ وقت کی جانب سے (اگرچہ وہ غیر مسلم ہو) مامور کیا جانا ضروری ہے
ورنہ اس کے فیصلے ان امور میں جن میں قضا قاضی کی ضرورت ہے شرعاً معتبر نہ ہوں گے پس
بادشاہ وقت سے انصب قاضی کے لئے استدعا اور اس بارہ میں ہر جائز و موثر طریقہ پر کوشش
کرنے والوں سے مستفق ہونا مناسب بلکہ ضروری ہے۔ واللہ اعلم و حکمہ

حررہ الراجی عفو ربہ الوحید ابو الحامد محمد عبد الحمید غفرلہ ذلویہ و مستر عبوبہ ۱۳۴۴ رات

(۶۵) صحیح التقدیق و الجواب مطابق النقل باصل کتاب اسد اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ
العلی الرب الحکیم و فضل مولانا الحکیم خادم العلماء و الطلاب ابو القاسم محمد عتیق صاحبہ سبحانہ عمالہ بلیق
بن شیخ الاسلام مرشد الانام مولانا العلما قدوة العارفين زبدة السالکین فرید عصرہ و حیدر دہرہ العلما ابو الوحید
الحاج الحافظ الشیخ ابی الحامد محمد عبد الحمید دامہ اللہ بفضلہ المزیل الفرخی محل اللکھنوی ۱۳۴۴ رات

شہد درسن اجاب فاصاب - ابوالبیان عبدالحلیم المعلم مدرسہ العالیۃ القدیمہ -
صحیح الجواب والشداعلم بالصواب - حررہ کلیم الشہد مدرس مدرسہ قدیمہ لکھنؤ -

(۶۷) الجواب صواب - مشیت الشہد مدرس مدرسہ اسلامیہ نکیئہ عفا اللہ عنہ -
الجواب حق - فصیح احمد غفرلہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نکیئہ - الجواب صواب - انوار الحق فاضل دیوبند
الجواب حق خادم العلماء محمد اختر علی عفا اللہ عنہ سند یافتہ مدرسہ عالیہ دیوبند - اصحاب من اجاب -
محمد سعید غفرلہ مدرس قاسمیہ نکیئہ ۲۹ صفر ۱۳۷۷ھ - الجواب حق - احقر ایوب غفرلہ فاضل دیوبند -
جواب حق محمد احمد غفرلہ ذنوبہ فاضل مدرسہ نکیئہ - الجواب صواب - محمد حسن غفرلہ فاضل دیوبند -
الجواب صحیح - امیر احمد مدرس مدرسہ ایچولی ضلع میرٹھ - الجواب صحیح ہے - سعید الدین عفی عنہ -
جواب صحیح و درست ہے - ناصر علی عفی عنہ - الجواب صحیح عبد الغنی خادم مدرسہ روضۃ العلوم پھول پور (عظم گڑھ)

(۸۹) مسائل مسطورہ بالا بالکل صحیح اور درخواست بنایت قابل التفات و اعتناء ہے عرصہ سے دل
چاہتا تھا کاش کوئی انتظام گورنمنٹ کی طرف سے نصب قضا کا ہو جاتا تو بعض احکام شرعیہ متعلقہ
نکاح و طلاق و نسب و وقف و میراث میں جن میں قضاء قاضی کی شرط ہے بہت ہی سہولت ہو جاتی -
واقعی ہندوستان میں ایسا کوئی انتظام نہ ہونے سے مسلمانان ہند کو سخت دقتوں و مصیبتوں کا
سامنا رہتا ہے یہ معلوم کر کے کہ بعض ممبران کونسل نے اس طرف توجہ مبذول فرمائی ہے بہت ہی
مسرت ہوئی، انشاء اللہ امید قوی ہے کہ گورنمنٹ ہماری اس درخواست پر ضرور توجہ فرمائیگی اور
ہم مسلمانان ہند کو موقع شکر و امتنان کا دیگی فقط کتبہ الاحقر محمد عیسیٰ بنو فیسری عربی و فارسی گورنمنٹ انٹر میڈیٹ

(۸۰) آفاتہ محکمہ قضاء اور نصب قاضی علی الوجہ الشرعی جنکو بعض مجتہدین نے استفاء ہذا کے جواب میں
کتب فقہیہ کی عبارات سے اُسکے شرائط و اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کا اعادہ تحصیل حاصل اور
کتب معتبرہ فقہیہ سے تقویت مزید باعث تطویل ہے نہایت ضروری و لازمی ہے علماء نے بموجب بیعت
نبوی عَلَیْہِ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنْ یُعَیِّنَ خَیْرَھُمْ تَمَّ پر مسلمانوں کے بھی خواہ کی اعانت ضروری ہے تقرر قاضی کے
ضروری ہونے کا فتویٰ دیکر مسلم ممبران کونسل اور عامہ مسلمین کو سعی بلیغ کا موقع دیا ہے اور بشارت
عظمی سے جو مخبر صادق کا فرمان ہے مسرور فرمایا ہے کہ جو شخص دین یا رات کے کسی گھنٹہ میں اپنے
بھائی کی حاجت روائی میں کوشش کرے یا نہ کرے یہ فعل اس کا دو ماہ کے اعمال
سے بہتر ہے اور اس قول نبوی سے تحریف کی ہے مَنْ لَمْ یَحْتَمِلْ لِلْمُسْلِمِیْنَ فَلَیْسَ مِنْھُمْ جو
مسلمانوں کی اصلاح و بہبودی نہ چاہے وہ اُن میں سے نہیں ہے بنا علیہ نصب قاضی علی الشرائط

الشرعی جو مسلمانوں کے فوائد دینی و دنیوی پر مشتمل ہے ضروری لازمی ہے اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرمائے جن لوگوں کو خداوند عالم نے ایسے موقع عطا فرمائے ہیں کہ وہ کچھ مدد مسلمانوں کی کر سکیں وہ خوش نصیب ہیں ایسے مواقع ہاتھ سے نہ دینا چاہئے کیونکہ کسب سعادت و ثواب کا اچھا موقع ہر یہ خیال کرنا کہ ہم مسلمانوں اور اسلام کی خدمت کرتے ہیں نازیبا ہے۔ شعر
منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیں کم
منت شناس از وہ کہ خدمت گذاشت

کتبہ الفقیر محمد نعمت اللہ محب لد عفی عنہ ماجناہ -

(۸۱) سلطنت کی طرف سے منصب کا تعین ہم مسلمانوں کے لئے از بس مفید و ضروری ہے۔ محمد شریف کانپور

(۸۲) بیشک گورنمنٹ کی جانب سے قاضی کا تقرر مسلمانوں کے حق میں مفید ہے۔ احقر فخر الدین عفا عنہ۔

(۸۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

قیام محکمہ قضاء یعنی دارالقضاء کا مسئلہ ہندوستان کے طبقہ علماء میں عام و مسلم ہو چکا ہے اکثر مجالس علماء میں بار بار یہ مسئلہ پیش ہو چکا اور ہو چکا اور منظور ہوا۔ تجویز و تحلیل سے گذر کر کہیں کہیں اس نے

عملی صورت بھی اختیار کر لی۔ کانپور کا کامیاب دارالقضاء جو موجودہ دور میں پہلا دارالقضاء ہے۔

اس دعویٰ کی جلی شہادت ہے کانپور کے علاوہ پہلواری پٹنہ سہرام وغیرہ مقامات میں بھی

دارالقضاء ہیں جو کسی حد تک کامیاب ہیں۔ اسلامی ضروریات مسلمانان ہند کو اس امر پر مجبور

کر رہی ہیں کہ یہ عملی سلسلہ تمام اسلامی ہندوستان میں پھیل جائے مگر ان کے قیام کے باوجود

چونکہ اختیارات اور ولایت مطلقاً نہیں ہے اس لئے تاہنوز مسلمانوں کے بہت سے حقوق تلف اور

شرعی نقصانات ہو رہے ہیں اس لئے مسئلہ دارالقضاء کی موجودہ ضرورت اور آنے والی اہمیت کو

پیش نظر رکھ کر ضرورت ہے کہ حکومت موجودہ سے مسلمان پُر زور درخواست کریں اور منتظم سہی اس کے

منظور اور جاری ہونے تک برابر قائم رکھیں اور سخت چینی سے اس وقت مسعود کی آمد کا انتظار کریں جو

حکومت مسئلہ کی طرف سے بد نصیب مسلمانوں کو مبارک و کمال بخش وقت اپنی کامل صورتوں میں

جلوہ گر ہو خدا نہ کرے کہ اس ضروری فرض کی تمیل میں طالع کا جو دھائل ہو اور ایک امر شرعی بلا وجہ

اختیار ہوتے ہوئے رہ جائے کیونکہ قاضی شریعات میں مسلمانوں کے مقامی امام کا درجہ رکھتا ہے۔

قاضی کا منصب مسلمانوں پر اس لئے بھی ضروری ہے کہ اکثر معاملات شرعیہ میں جھگڑے ایسے

ہوتے ہیں کہ بدون قاضی کسی کا فیصلہ اس باب میں معتبر نہیں ہوتا لہذا ان منازعات کا قطع کرنے والا

شرعی بنیادوں پر ہونا چاہئے اور وہ قاضی ہے۔

اسلامی احکام کی رو سے قضا و دہ لازمی شرعی فیصلہ ہے جو ولایت عامہ سے صادر ہو ولایت اختیار
عامہ کا لحاظ اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص صرف اپنی ذات پر اختیار و ولایت رکھتا ہے دوسرے شخص پر
اس کی ولایت و قابو نہیں ہے اور جب ہر ایک کو اختیار و تصرف ہے تو کبھی دو آدمیوں میں تصرفات
کے سلسلہ میں تدافع و تخالف ہوتا ہے اور اس حد تک کہ باہم مصلحت نامکن ہو ایسی صورت میں
اگر انہیں کے اختیارات مطلقاً چھوڑے جائیں تو مورت قتل و خون ریزی ہے اس لئے اسلام نے
ان کے ایسے اختیارات سلب کر کے قاضی کے قبضہ میں دیدئے جو اصول شرعیہ کی بناء پر فیصلہ
کر کے تدافع و تخالف کو رفع کرے۔ وَلِلّٰهِ دَرُ الْمَحْجِبِ حَدِثُ اتِّی بِالصَّوَابِ۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں جس قدر قاضی موجود ہیں خاندانی رسی ہوں یا نکاح خوانی یا
کسی نظام کے ماتحت مسلمانوں کی طرف سے مقرر شدہ مگر چونکہ وہ صاحب ولایت و اختیار نہیں ہیں اور
کسی حاکم و دالی کی طرف سے مقرر شدہ نہیں ہیں اس لئے وہ جیسا کہ مجیب نے لکھا ہے محض حکم و بیج کا رتبہ
رکھتے ہیں۔ حاکم و سلطان کے حدود و سلطنت کے اندر حاکم وقت کی طرف سے مختار نہ تقرر و تسلط کر دے
جلنے پر قاضی کہلایا جاسکتا ہے اور الْقَاضِی قَاضِی بِلَا رَاضِی الْمُسْلِمِیْنَ۔ بلاد الغلبہ میں اس وقت
ہو سکتا ہے جب مسلمان اتفاق کر کے کسی کو اپنے اوپر دالی بنالیں۔ وَالْاَنْلَا۔ قَالَ فِی رَدِ الْمُحْتَارِ وَ اَمَّا
بِلَادِ عَلَیْہَا وَ لَا کُفَّارٌ فِیْجُوزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِقَامَةُ الْجَمْعِ وَ اَلْعِیَادِ وَ یَصِیْرُ الْقَاضِی قَاضِیاً بِتَرَاضِی
الْمُسْلِمِیْنَ فِیْجِبُ عَلَیْہِمُ اَنْ یَلْتَمِسُوْا الْیَاْمُ سَلَامًا قَنِہُمْ۔ اس لئے ارض الغلبہ میں مسلمانوں کا
فرض ہے کہ وہ کسی کو متفقہ طور سے اپنا دالی بنالیں تاکہ وہ اُن پر اپنی ولایت سے کسی کو قاضی مقرر کرے
تاکہ وہ جمعہ و اعیاد قائم کر سکے یا دیگر اسلامی ضروریات کے قیام و تحفظ و اجراء وغیرہ جیسا کہ مجیب نے
لکھا ہے اپنے اختیار و تصرف سے نفاذ کر سکے قاضی کا مقرر کرنے والا دالی و سلطان شرط نہیں کہ وہ
مسلمان ہو اگر عیسائی بادشاہ یا مذاہب دیان باطلہ کا پیرو بادشاہ بھی کسی مسلمان کو مسلمانوں پر قاضی
مقرر کر دے تو بھی جائز ہے۔ قَالَ فِی رَدِ الْمُحْتَارِ اِذَا دُلِّی الْکَافِرُ عَلَیْہُمْ قَاضِیاً وَ رَضِیَہُ
الْمُسْلِمُونَ صَحِیْحٌ تَوَلَّیْتُمْ بِلَادَ شُبَّہِ الْخ

غالبہ یہ کہ بلاد غلبہ جیسے ہندوستان کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ پوری جدوجہد کر کے گورنمنٹ سے
بااختیار قاضی مقرر کر لیں جسکو مسلمانوں پر ولایت شرعی ہو اگر مسلمان اس میں سعی نہ کریں گے
تو حدیث پاک صریح اس بارہ میں اُن کو وعید بتلاتی ہے مَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عِنْقِہِ مَعْنَات
مِدَّةِ جَاہِلِیَّةٍ اَوْ کَمَا قَالَ۔ کونسل کے مسلمان لائق تحسین ہیں اس بارہ میں اور مسلمانوں کو

اُن کا ساتھ دینا چاہئے۔ والد اعلم بالصواب حرره المفتقر الی اللہ ذی الایادی ابو الہادی عبد کافی غفرلہ
مدرس مفتی مدرسہ امداد العلوم واقع محلہ بالٹن سنڈی معین القاضی دارالقضاء کانپور۔ (مہر)

ہذا الجواب صحیح۔ محمد عبدالرزاق عفا عنہ ماجناہ مدرس مدرسہ امداد العلوم کانپور قاضی شہر کانپور (مہر)
(۸۵) فی الحقیقت ہندوستان کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ حکومت سے شرعی قاضی کی درخواست
کریں کیونکہ بعض مسائل شرعیہ قضاء قاضی پر موقوف ہیں جن کا نفاذ بدون قاضی شرعی کے نہیں ہو سکتا
ان میں سے بعض مسائل مجیب اول نے ذکر کر دیے ہیں اور اس معاملہ میں تمام مسلمانان ہند کو متفقہ
طور پر ممبران کونسل سے موافقت کرنا چاہئے۔ والد اعلم۔ مفتی محمد وصی علی ملیح آبادی سابق مدرس
مدرسہ الہیات کانپور۔ الجواب صحیح۔ غلام محی عفا عنہ مدرس مدرسہ الہیات کانپور۔
المجیب مجیب۔ احقر سید محمد طہ الہی مدرس مدرسہ الہیات کانپور۔
صحیح الجواب تم والد تعالیٰ اعلم واحکم احمد عبدالحمیم معلم کان اللہ۔

(۸۹) الاجوبہ کلمہ صحیحہ۔ خادم العلماء سلطان محمود مدرسہ فتح پوری دہلی۔
(۹۰) فی الواقع مسائل شرعیہ کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے قضاۃ کا تقرر ضروری اور لازمی امر ہے
اس کے بغیر صدمہ صورتیں نکاح و طلاق کی ایسی ہیں جن کا شرعاً اجراء و نفاذ ناممکن ہے۔ جن میں سے
بہت سے اجوبہ منسلک سے روشن ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی فقہیات میں کثیر و شہیر ہیں پھر یہ بھی
بات ہے کہ گورنمنٹ کا خود شاہ عالم کے معاہدہ میں یہ معاہدہ موجود ہے کہ ہم ان امور کے انصرام کیلئے
قضاۃ مقرر کریں گے۔ رہا یہ امر کہ اس وقت تک اس قسم کا مطالبہ کیوں نہیں کیا گیا تو اول تو شروع
سلطنت گورنمنٹ میں حسب معاہدہ گورنمنٹ کی طرف سے مقرر و مجوز رہتے تھے اور جب سے بند ہوئے
اُس وقت سے ضرورت کا احساس ہوا اور جب حدودہ پر مجبوریاں پیش آنے لگیں تب مطالبہ کی نوبت
آئی۔ نیز یہ ہے کہ تغیر و تبدل زمانہ سے ٹھوٹا آزادی پیدا ہو گئی ہے اور اس کا اثر مستورات تک بھی
پہنچ گیا ہے پچھلے زمانہ کی مستورات صابرہ اور عقیقہ زائد ہوتی تھیں۔ اور اس زمانہ میں عام طور پر
اس کا عکس ہے پس اس بناء پر اس زمانہ میں اس کی ضرورت ہی شدید ہو گئی۔ فقط والد اعلم
الراضی الی رحمۃ ربہ المنان المدعو بشفاق الرحمن الکاندھلوی مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔
(۹۱) ضرورت تقرر القاضی مطالبہ من حاکم الوقت اظہر من الشمس شد درمن ارتفع ایدہ السلطیۃ
العبدالضعیف کان اللہ محمد شریف المد مدرس مدرسہ دارالعلوم فتح پوری۔ دہلی
(۹۲) اس ضرورت کی احساس کی لہر جن ممبران کونسل کے قلوب میں آئی ہے خواہ وہ کسی اثر سے ہو

عند الناس قابل قدر ہے اور قابل اجر بھی۔ بشرطیکہ اس سبز باغ یا لال باغ میں جس میں کچھ لال قطعہ کی جملک نظر آتی ہو لائیت ہو اور اس میں کوئی اس نافع چیز سے جو مطمح نظر ظاہر ہے اعتراض نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کو احساس باوجود معاہدہ تھا بے توجہی کی وجہ کچھ بھی ہو۔ گورنمنٹ اسلامیہ ہے ہی نہیں اگر اس امر کی اہمیت کی تنبیہ میں خاطر میں تو ہم۔ مگر اب بھی کچھ نہیں گیا ہم کو جناب الہی میں بالتجادرخواست کرنی چاہئے کہ ہم کو اپنی مرضی کے مطابق تقرر قضائہ میسر فرمائے۔ اور موجودہ گورنمنٹ اس میں مزاحم نہ ہو جیسا کہ امور اسلامیہ میں مزاحم نہیں ہوتی اور اسی لئے ہندوستان کو محقق علماء دارالحرب نہیں کہتے بعض من وجہ دارالحرب کہتے ہیں اور من وجہ دارالاسلام والمسلمین اور بعض دارالحرب من کل الوجوہ کہتے ہیں۔ اور اکثر دارالاسلام۔ خیر یہ دوسری بحث ہے البتہ مجیب صاحب کے اس تعین مسئلہ میں اتفاق ہے کیا اچھا ہو کہ سائلین اس سوال کا جواب ان علماء سے بھی لیں جو ان بلاد اسلامیہ کے علماء ہوں جن میں تسلط بھی اسلامی ہو اور کیا اچھا ہو کہ سائلین ایک درخواست اس باب میں بھی کہ محکمہ خفیہ میں اہل توحیح اہل شہادت بلکہ علماء مقرر کئے جایا کریں کیونکہ فساق کی رپورٹوں پر فتنہ عظیم مفرہ بلکہ اس المضار رونما ہوا کرتے ہیں منظم فرمادیں۔ اور نیز ایک درخواست کم از کم امارت اسلامیہ نظامیہ ہی کے ارباب حل و عقد کے یہاں بھجوا دیں مناسب معلوم ہوتی کہ ایک مدرسۃ القضاء والجزائیس المقبرہ کا اجراء قبل منظوری درخواست نہیں تو معاً امید ہے۔ واللہ اعلم۔ ولایت احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ فتحپور دہلی (۹۳) میں نے اس سوال و جواب کو دیکھا بہت درست اور صحیح ہے جواب مدلل لکھا ہے مسلمانوں کی ضروریات شرعیہ میں قاضی صاحب حکومت ہونا اس کی سخت ضرورت ہے جو کچھ لکھا ہے اس سے اُمید انجام مرام ہے۔ فقط عبدالمادی مفتی ریاست بھوپال۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ (مہر)

(۹۴) یا موثق۔ جواب مجیب صاحب میں حکم شرعی امور جواب طلب کا جو تحریر ہے اور تصویب جواب جناب مولوی مظہر اللہ صاحب جناب مولوی کفایت اللہ و جناب مفتی صاحب ریاست ہذا کی صحیح و درست ہے۔ الداعی بالخیر خادم العلماء محمد یحییٰ قاضی بھوپال (مہر)۔ محمد فاروق غفرلہ نائب قاضی معین رکن مجلس العلماء۔ محمد عنایت اللہ رکن مجلس العلماء ریاست بھوپال۔ محمد عبداللہ عفی عنہ رکن (۹۵)

(۹۶) مجھے مولوی کفایت اللہ صاحب کی رائے سے اتفاق ہے۔ محمد عبدالعزیز پروفیسر ملیہ جامعہ عثمانیہ۔ (۹۷) مجھے بھی اس رائے سے اتفاق ہے فقط شبیر علی عفی عنہ پروفیسر عثمانیہ کالج۔ (۱۰۰) میں بھی ایک زمانہ سے سہکار سے تقرر قاضی کی درخواست کی ضرورت محسوس کرتا ہوں جب

سرکار انگریزی نے اس سے پہلے قضاۃ کو مقرر کیا تھا اور اب بھی ثالثی کی اجازت دیتی ہے تو مجھے
 امید ہے کہ اس میں بھی دریغ نہ کرے گی فقط سینئر پروفیسر شعبہ دینیات ملیہ جامعہ عثمانیہ کالج
 محمد عبدالقادر - سید شاہ مصطفیٰ - پروفیسر عثمانیہ کالج حیدرآباد -

مجھ کو بھی مولوی کفایت اللہ صاحب کی رائے سے کامل اتفاق ہے - ظہیر الدین احمد پروفیسر عثمانیہ کالج -
 (۱۰۳) مسلم ممبران کونسل کو حکومت سے درخواست تقرر قاضی مسلم کی کرنی اور اس میں کوشش کرنی
 اور دوسرے مسلمانوں کو ان کی مدد کرنی ضروری ہے اور جو وجوہات مجیب نے ظاہر کی ہیں صحیح ہیں
 حمد اللہ مقام پانی پت - ہذا الجواب صحیح - عبدالرحیم بکلم خود - من اجاب فقد اصاب بنده عبدالحمید خان بکلم خود
 ہذا الجواب صحیح والرائی نخبج - خاکسار محمد ابراہیم گورنمنٹ پیشتر پانی پتی -

(۱۰۴) هو ملهم الصواب وبه التوفيق وبه الاعتصام + حمداً ونصراً على رسوله سيد الانام
 اخلاقی معاشرت و تمدنی زندگی و اتفاقی معیشت صرف بیاعت احکام شرعیہ کہ جو بلسان علم الفقہ
 معاملات سے تعبیر کئے جاتے ہیں - بحسن نظم و نسق قائم ہو سکتی ہے اور بقا مادام العمل باقی رہ سکتی
 ہے ورنہ نہیں - آج اسلامی پبلک نعل در آتش بیتاب اور بیچین بے آرام ہے تو کیوں - احکام شرعیہ
 کا جن کی صفت شان بد و نفا العدل بین الناس لم یقیم ہی نفاذ نہیں ہے اور قواعد شرعیہ
 اور مسائل بہ نفسہا مفید بدون نفاذ نہیں ہو سکتے پس ضرورت ثابت کر رہی ہو کہ نافذ الاحکام حاکم
 شرعی سر بہ سر فرض ہے اجتماعی حالت میں اہل الاسلام قائم کر کے عہدہ قضا کو بذریعہ درخواست
 حکومت سے حاصل کرنا چاہئے - اہل اسلام کی حالت اس وقت اس درجہ ناگفتہ بہ پر پہنچ چکی ہے
 دنیا تو گئی تھی آخرۃ بھی ہم ردیف ہو گئی - فانظر انا قال حضرت شاہ صاحب میں المحدثین جناب شاہ
 ولی اللہ صاحب دہلوی - فی حجتہ البالغہ ص ۳۵ مطبع صدیقی بریلی - القضاۃ اعلم ان من الحاجات
 التي کثیر وقوعها ویشتمد مفسدتها المناقشات فی الناس فانها تكون باعثة علی العداوة والبغضاء
 وفساد ذات البین ویہيج الشخ علی غمط الحق وان لا ینقاد لللیل فوجب ان یرتفع فی کل ناحیۃ من
 یفصل قضایا ہم بالحق ویقهر ہم علی العمل به اثار ورام ابوا وذلک کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 یعتنی ببغث القضاۃ اعتناء شديداً ثم لم یزل المسلمون علی ذلک الخ ولیکن بعد حصول المرام یقلد
 قلدة فی عتق جماعت العلماء المستندین الطالبین للحق والطالبین للدار الآخرة المحافظین لما خالیۃ
 عن اید الکمال والطالبین للدنیا فقط وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة علی
 نبینا رحمة العالمین - ۱۲ + ۲۸ + ۹ + ۶۳ + ۲۷ = ۱۸۰ - العبد احقر محمد ابراہیم ساکن پانی پت محلہ زیر قلعہ

الجواب حق والحق الحق ان يتبع - محمد عبد الحليم الفزاری پانی پتی محلہ انصار پانی پت -

(۱۰۹) بیشک ہندوستان میں مسلمان قاضی کا مقرر ہونا نہایت ضروری ہے جمعیت علماء نے باتفاق آراء اپنے اجلاس ہائے کلکتہ وغیرہ میں اس کی ضرورت کو نہایت وضاحت سے دکھلایا ہے اور بار بار اس کے اجراء کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے مسلمانوں کو بہر زور اس کا مطالبہ کرنا لازم ہے۔ جمعیتہ العلماء کے ریکارڈوں میں اس کی تجاویز موجود ہیں اور الجمعیتہ کے کاموں میں اس کے متعلق مفصل ابحاث آچکی ہیں۔ واللہ اعلم۔ حسین احمد غفرلہ

الجواب صحیح بندہ محمد مفتی حسن عفی عنہ۔ الجواب جواب۔ بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ۔

(۱۱۲) ہندوستان میں نصب قضا ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے معاشرتی، تمدنی، دینی جو مصائب پیش آرہے ہیں وہ ان کی مذہبی روح کے لئے مرض ہلاک سے کم نہیں۔ یہ غلط ہے کہ انہوں نے اس ضرورت کا احساس نہیں کیا، یا مشکلات نے ان کو پریشان نہیں کیا وہ ہر زمانہ میں اس مصیبت کی وجہ سے پریشان رہے۔ اس کی دلیل میں وہ فتاویٰ پیش کئے جاسکتے ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں لکھے جاتے رہے جن میں بدرجہ مجبوری یہ بھی لکھ دیا جاتا تھا کہ کسی مسلم ریاست میں جا کر فیصلہ کر لیا جاوے۔ اگر تھخص کیا جاوے تو اس قسم کے فتاویٰ ہزاروں کی تعداد میں ملیں گے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ اس خاص طریقہ سے مسلمانوں نے اب تک درخواست نہیں کی تو ظاہر ہے کہ کسی ایک مصیبت زدہ کا عرصہ تک مصیبت میں گرفتار رہ کر ازالہ مصیبت کے طریقہ سے ناواقف ہونے یا کسی دوسری وجہ سے ازالہ مصیبت کی خاص تدبیر پر عمل نہ کرنا اس کی دلیل نہیں ہے کہ اس کی مصیبت کا ازالہ بھی کیا جاوے یا اس کو مصیبت پر راضی مان لیا جاوے بناء علیہ میں مسلمانوں سے عموماً اور قوانین رائج الوقت سے واقفکار حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ گورنمنٹ کو توجہ دلا دیں کہ مسلمانوں پر اس احسان کے کرنے میں تاثر نہ کرے۔

محمد اعجاز علی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ۔

(۱۱۳) اہل اسلام کو قاضی کی ضرورت مسائل مذکورہ وغیرہ میں شدید ہی ان کا فرض مذہبی ہے کہ حکومت سے اس کا تقرر کرائیں ورنہ مفاسد کثیرہ لازم آتے ہیں کمالا یحییٰ فقط کتبہ الاحقر عبد اللطیف

مدرس ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ مورخہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ (مہر)
تمام جوابات صحیح ہیں بندہ غیاث الدین عفی عنہ جہتم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ
الجواب ضواب۔ ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

واقعی اہل اسلام کے بہت سے اہم امور قاضی مسلم با اختیار پر موقوف ہیں۔ بندہ عبد الرحمن غفرلہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

مسلمانوں کو ہمیشہ کے مصائب کا دفعیہ کرنے کے لئے مذکور الصدر کو کوشش ضروری ہے تاکہ کوئی واقف کار عالم اکمل اس داہنیہ عظمیٰ سے نجات دے سکے۔ محمد چراغ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع جوچھ اس رسالہ میں لکھا ہے مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مصائب سے نجات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس امر میں مسلمانوں کو کامیاب کرے۔ ہر مسلم پر کوشش کرنا لازمی ہے۔ محمد خلیل عفی عنہ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع گوجرانوالہ۔

بلاشبک قاضی کا تقرر وقت کی اہم ضرورتوں سے ہے اور بہت سے ماضی مستقبل کی مشکلوں کا حل اسی میں مضمر ہے لیکن اس سے زیادہ ضروری مسئلہ قاضی کے انتخاب کا ہے قاضی ائمہ اربعہ کی فروع پر حاوی ہونیکے علاوہ کتاب سنت کا ماہر ہونا چاہئے تاکہ عند الفضل فروع مختلفہ میں مدعی و مدعا علیہ کے خیالات عقائد کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ اور مناسب فیصلہ صادر کر سکے ایسا نہ ہو کہ تقرر قاضی مسلمانوں کے لئے مزید انتشار کا باعث ہو ائمہ الف بین قلوبنا۔ اور سب سے زیادہ ضرورت یہ ہے کہ قاضی احکام شرعیہ کے اجراء میں حکومت کی پابندیوں سے آزاد ہو ورنہ اس کا موجود و عدم برابر ہو گا غرض مسلمانوں کو اس معاملہ میں پوری جمعیت اور سعی سے کام لینا چاہئے۔ عبد ربہ اسماعیل۔ گوجرانوالہ

میں مندرجہ بالا مضمون کا حرفاً حرفاً مؤید ہوں جو کچھ لکھا ہے درست ہے مسلمانوں کو سعی کرنا لازم ہے فقط۔ محمد عبدالعزیز خطیب جامع گوجرانوالہ۔

المحبیب مصیب۔ بیشک عالم محقق بہترین نصف کو سرکار گورنمنٹ سے قاضی مقرر کرانا اشد ضروری ہے کیونکہ بعض احکام شرعیہ کا وجود قضاء قاضی پر موقوف ہے۔ چنانچہ محیب صاحب بطور نمونہ تحریر کر چکے ہیں۔ محمد غازی عفی عنہ۔ از گولڑہ شریف۔

القضاء امر من امور الدین و مصلحتہ من مصالح المسلمین بحسب العناية به لان بالناس الیہ حاجۃ عظیمۃ۔ والتدرفق من سعی لما یرضی۔ غلام محمد عفی عنہ۔ مقیم گولڑہ شریف۔

سوالات مذکورہ کے جو جوابات اس تحریر میں مندرج ہیں سب صحیح موافق فقہ کے ہیں اور عین آرزوئے قدیم ہم اہل اسلام کے ہیں۔ امید قوی ہے کہ گورنمنٹ توجہ فرمائیے فرما کر اس ہماری آرزو کو سرانجام فرما کر ممنون فرمادے گی۔ مولوی اسماعیل از گھوٹکی ضلع سکھر سندھ۔

الجواب صحیح۔ موسیٰ شاہ از گھوٹکی۔ ضلع سکھر سندھ۔

فاضل مجیب نے جو جوابات سوالات مذکورہ کے لئے ہیں سب صحیح ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ اہل اسلام میں سے اس مسئلہ (اعنی نصب قضاہ) میں اور اس کی اہمیت میں کسی کا اختلاف ہو۔ قوم مسلم جو مطالبات گورنمنٹ برٹش سے کرنی چاہتی ہے ان میں سے اس مطالبہ کا پہلا نمبر ہے۔ لہذا ہم عارض ہیں کہ سرکار عالمیہ اس کی طرف جلد تر اپنی توجہ کو منقطع فرماوے کہ باعث خوشنودی ایک بڑا حصہ رعایا کا ہوگا۔ ہاوانا مولوی نور محمد المدرس الاول فی المدرستہ قاسم العلوم الواقعہ فی بلدہ گھوٹکی من ضلع سکھر سندھ۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ ہجری۔

جو جوابات اس استفتاء میں مندرج ہیں سب باصواب اور مسئلہ بے جواب ہیں اور عجیب
مصیب ہے اور سرکار عالیہ کی خدمت میں التماس ہے کہ مندرجہ اس تحریر کے مسائل محمدیہ کہ
شعار اسلام کے ہیں گورنمنٹ میں منظور اور پاس کروادیں۔ کہ قوم مسلم آپ کے احسان کی
مرہون ہوگی۔ المصحح المولوی ابو یوسف نور محمد کندھوی المدرس الثانی فی المدرستہ الاسلامیہ
قاسم العلوم من بلدہ گھوٹکی ضلع سکھر سندھ۔ ۷ اربیع الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۰۹ء

نوٹ :- جمعیتہ العلماء نے باتفاق آراء اجلاس کلکتہ وغیرہ میں اس کی ضرورت کو دکھایا تھا۔ جمعیتہ کے ریکارڈوں میں اور اخبارات جمعیتہ کے کاموں میں اس کی کاپی موجود ہے۔ فقط

تتبعه وفه نصيبه ميرزا

Handwritten text in Urdu script, likely a signature or a note, written diagonally across the page. The text is written in a cursive style and includes the word "میرزا" (Mirza) and "محمد" (Muhammad).